کی گئی ہے، اور ایران و روما کے تاریخی حوالون اور اس عہد کے روم و ایران کی سیاسی تاریخ کو درج کرنے کے بعد قرآن مجید کی پشینگوئی کی صداقت کو اپنے مخصوص انداز بیان اور دلچسپ طرز ادا مین آشکارا کیا گیا ہے،

**نغمات**، یعنی مجموعہ کلام جناب قدسی بھوپالی حجم ۱۱۱ صفحے، لکھائی، چھپائی اعلی، جلد خوبصورت، قیمت اور ملنے کا پتہ درج نہین،

جناب قدسی بھوپالی بھوپال اور اوس کے نواح مین اپنے ارادتمندون کا ایک حلقہ رکھتے ہین، اون کے کلام کا مجموعہ "نغمات" کے نام سے شایع ہوا ہے، ابتدا مین جناب حامد سعید صاحب حامد بھوپالی کا ایک مقدمہ ہے جس مین عقیدتمندانہ انداز مین حضرت قدسی کی شاعری پر تبصرہ کیا گیا ہے، حضرت قدسی کی شاعری کا اصل موضوع تصوف ہے، اور اسی رنگ مین اکثر غزلین ہین، اور باوجودیکہ اون کا موضوع تمامتر مجاز و اعتبار ہے، مگر ان کی شاعری کی اصل خصوصیت اس اعتبار مجاز کے مضامین کو سادہ ترکیبون آسان لفظون اور عام فہم فقرون مین ادا کرنا ہے جنمین نہ دوراز کار تاویلات ہین، اور نہ تصوف کی غیر مانوس اصطلاحین، اور پھر کلام مین رنگینی اور دلکشی بھی موجود ہے، اگرچہ مضامین مین کہین کہین ذاتی تفوق کی جھلک نظر آتی ہے، مجموعہ چند حصون مین تقسیم ہے، پہلا باب نغمات ہے، جو غزلون پر مشتمل ہے اور جس مین بعض فارسی غزلین بھی شامل ہین، پھر چند صفحون مین متفرق اشعار ہین اسکے بعد جذبات کا عنوان ہے، جسمین مختلف عنوانون پر مختلف نظمین ہین، پھر واردات کا باب رباعیات و قطعات پر مشتمل ہے،

**ہمزاد**، از جناب اشتیاق حسین صاحب قریشی ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی حجم چھوٹی تقطیع کے ۷۴ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی قیمت درج نہین،

مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی آج کل معاشرتی اصلاح کے لئے چھوٹے چھوٹے ڈرامے ترتیب دلاکر شائع کر رہا ہے زیر نظر رسالہ بھی ایک معاشرتی تمثیل (ڈراما) ہے جسمین بوڑھے مرد اور جوان عورت کی بے جوڑ شادی کے برے نتائج دکھائے گئے ہین تمثیل کے بعض بعض حصے خاصے دلچسپ ہین،

"ر"

جلد سی ام | ماہ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۳۲ء | عدد ۲

## مضامین

# شذرات

چند سال کا عرصہ ہوا کہ مجھے احاطۂ مدراس کے شہر ترچناپلی مین ہندو مسلمانون کے ایک مشترکہ جلسہ مین تقریر کرنے کا موقع ملا تھا، یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کی ان دونون قومون مین اختلافات کا دور شروع ہو چکا تھا، مین نے اپنی تقریر مین ان اختلافات کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ ہمارے ملک کی ان دو قومون مین اختلافات کی جو آگ بھڑکی ہوئی ہے، اس کو ہوا ان دو عمارتون کے کھلے دریچون سے مل رہی ہے، جنمین سے ہر ایک پر انگریزی کا حرف سی ع لکھا ہوا ہے، یعنی کورٹ اور کالج، ہندو مسلم نااتفاقیون کے سبب کی جب تلاش کیجئے، تو ہمیشہ اس کا سرا، یا کورٹ یعنی سرکاری عدالتون کے کارپردازون کے ہاتھون مین ملیگا، یا کالجون کے پروفیسرون کے،

عدالتون اور کچہریون کے قانون پیشہ حصولِ روزی کے مشکلات مین اس تحریک کو کامیابی کا ذریعہ بناتے ہین، کچہریون کے عمال تقریرون اور ترقیون مین اس کو اپنا ایک کارآمد آلہ بنائے ہوئے ہین، مقدمہ باز مقدمون مین اپنی ناکامیون پر پردہ ڈالنے کیلئے حکام کے اختلافِ قومیت کو سبب ٹھہراتے ہین، اور یقیناً بعض ناعاقبت اندیش حکام بھی، عوام کی اس بدگمانی مین اپنے کامون سے تقویت پہنچاتے ہین،

کالجون کا معاملہ اس سے زیادہ اہم ہے، سرکاری مدارس مین "تاریخِ ہند" کی تعلیم کا اضافہ، بظاہر علم کے اضافہ کے لیے ہے، مگر درحقیقت جیسا کہ معارف مین بار بار کہا گیا ہے، یہ اقوامِ ہند مین قدیم اختلافات و نزاعات کے اضافہ کرنے کے لیے کیا گیا ہے، حالانکہ ہندوستان کو آگے چلنا ہے، تو پیچھے مڑ کر دیکھنا نہین چاہئے، آج اس بحث ہو کہ سلطان محمود کا حملہ ہندوستان پر جائز تھا یا ناجائز، اور شہاب الدین غوری نے کتنے مندر غارت کئے، اور عالمگیر نے ہندوؤن پر کیا کیا ظلم کئے، سوراج کی منزل مین ایک قدم بھی آگے نہین بڑھ سکتا، کیا ہمارے ہموطن، اس نکتہ کو سمجھنے کی کوشش کرینگے؟

معارف مین بار بار یہ دکھایا گیا ہے کہ ہماری یونیورسٹیون کی تاریخِ ہند کی کتابون مین ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی ہی باتین جمع کیجاتی ہین، جن سے ان دونون قومون کے جذبات مین مزید اشتعال ہو، اور ان کا اتفاق آیندہ مشکل سے بڑھکر محال ہوجائے، حالانکہ اس ملک کی تاریخ مین ایسے واقعات کی بھی کمی نہین، جنکے پڑھنے سے ان دونون قومون کے درمیان اختلاط و محبت کے جذبات پیدا ہون، مگر بازاری قدردانی کے شائق مصنفین و کتب فروش اپنی ذاتی عارضی کامیابی کے مقابلہ مین ملکی اور قومی بھلائی کی قیمت کی پروا نہین کرتے،

ایک اور مصیبت افسانون، ناولون، تھیٹرون اور تماشاگاہون کی ہے، جنمین قومی رفعت و بلندی کے اظہار کیلئے ایسی کہانیان اور ایسے تماشے لکھے اور دکھائے جاتے ہین، جنکو لوگ جھوٹے قومی فخر و غرور کے نشہ مین اگر پسند کرین، اور بکثرت اُن کے خریدار اور تماشائی ہاتھ آئین، یہ خود غرض یہ نہین جانتے کہ اُن کی اس عارضی کامیابی مین ملک کی کتنی دائمی ناکامی ہے،

ان بیماریون کا علاج ایک طرف حکومت کے ہاتھ مین ہے، اور دوسری طرف پبلک کے، حکومت کا فرض ہے کہ رعایا مین امن و امان کے قیام کی خاطر اس قسم کی کتابون اور تماشون کی روک تھام کرے، اور پبلک کا فرض یہ ہے کہ وہ ایسی کتابون اور ایسے تماشون کی حوصلہ افزائی سے باز رہے،

مسلمانون مین اور خصوصًا صوبۂ سرحد کے مسلمانون مین شرعی تنظیم اور ادارۂ شرعی کی تحریک آہستہ آہستہ پھیل رہی ہے، ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ اس تحریک سے معارف کو ہمیشہ دلچسپی رہی ہے، اور اس نے بار بار مسلمانون کو ادھر متوجہ کیا ہے، بلکہ متوقع دستورِ ہند کی تحریک کے آغاز مین اپنے بعض سیاسی دوستون کی فرمایش سے ہم نے اپنی تجویز کو ایک نظامِ عمل کی صورت مین قلم بند بھی کر لیا تھا، مگر اس کو ہندو دوستون کے ذہن نشین کرنے سے خود مسلمان دوستون کو سمجھانا زیادہ مشکل نظر آیا، ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب اور بعض دوسرے مقتدر ارکانِ مجلسِ مملکت نے اسکو پسند بھی کیا، تاہم یہ توقع نہین ہوئی کہ احزاب پسند مسلمان اس کو پسند کرینگے،

ہمارے اس مجوزہ نظام کا عنوان مسلمانون کی کلچرل آٹانومی، یا مسلمانون کا "مذہبی وتمدنی استقلال و خودمختاری" ہے، جس کے تسلیم کر لینے مین ہندوستان کی دوسری قومون کا کسی قسم کا نقصان نہین، اور خود مسلمانون کے مطالبات کی ساری مشکلین حل ہو جاتی ہین،

صحیح مسلم کی کئی شرحین موجود ہین، اور چھپ چکی ہین، تاہم جیسی خدمت حافظ ابن حجر نے صحیح بخاری کی کی ہے، ویسی صحیح مسلم کی نہین ہوئی، امام نووی کا کام ہنوز محتاجِ تکمیل ہے، ساتھ ہی حنفی نقطۂ نظر سے علامہ عینی جیسا کام بھی صحیح مسلم کے متعلق علماے احناف کو کرنا باقی تھا، ہمارے فاضل دوست مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی ایک مدت سے ان پہلوؤن سے صحیح مسلم کی شرح لکھنے مین مصروف تھے، اور ایک دو جلد تمام بھی کر چکے تھے، مگر اب تک چھپائی اور تالیف کے مصارف کا انتظام نہ تھا، اب یہ سنکر خوشی ہے کہ اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے اپنی روایتی قدر دانی سے اسکی سرپرستی فرمائی ہے، اور فی الحال پانچ ہزار کی امداد منظور فرمائی ہے، اور آیندہ مزید امداد کی توقع دلائی ہے، امید ہے کہ اب اس کام کی تکمیل مین انشاء اللہ کوئی دقت حائل نہ ہوگی،

# مقالات

## حقیقت ومجاز

از

مولینا عبدالسلام ندوی

علمِ فقہ، علمِ تفسیر، اور علمِ کلام کے مسائل مین جو اختلافات ہین، ان کا ایک حصہ اس لغوی مسئلہ پر مبنی ہے کہ حقیقت اور مجاز لفظ کی دو مختلف قسمین ہین، اور دونون کی تعریفین الگ الگ ہین،

حقیقت کی تعریف یہ ہے:-

| | |
|---|---|
| فان استعمل فیما وضع له | اگر لفظ اُس معنی مین استعمال کیا جائے جس کیلئے |
| فاللفظ حقیقة | وہ وضع کیا گیا ہے، تو وہ حقیقت ہے، |

لیکن اس کے برعکس:-

| | |
|---|---|
| وان استعمل فی غیرہ لعلاقة | اگر ایسے معنی مین استعمال کیا جائے، جس کے لئے |
| بینهما فمجاز، | وہ اہل لغت مین تو وضع نہین کیا گیا ہے لیکن اس |
| | معنی مین اور اصلی معنی مین کسی قسم کا علاقہ ہے، تو وہ |

ہماری اردو زبان کے آزاد خیال مصنفین مین سب سے پہلے علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے الکلام مین اس اختلاف کو ادبی اور لغوی حیثیت سے اسطرح دور کرنا چاہا،

"ایک اور نکتہ مہتم بالشان اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن چیزون کو تاویل کہا جاتا ہی ان پر تاویل کا اطلاق حقیقت مین صحیح نہین، تاویل کے معنی یہ قرار دئے گئے ہین، کہ ظاہری معنی چھوڑ کر دوسرے معنی اختیار کئے جائین، لیکن ظاہری معنی کی تعبیر غلط کیگئی ہے، استعمال اور محاورہ بھی ظاہری معنی مین داخل ہی، لیکن اسکو لوگ تاویل کہتے ہین، لغت کی یہ کیفیت ہی کہ اصل مین ایک لفظ کے ایک ہی معنی ہوتے ہین، پھر تناسب اور تعلق کے لحاظ سے اور اور معنی پیدا ہوتے جاتے ہین، مثلاً اخبات کے اصلی معنی پستی مین آنے کے ہین، لیکن تواضع و انکسار کو بھی اخبات کہتے ہین، اور اس لحاظ سے کہتے ہین کہ تواضع کرنا گویا پستی مین آنا ہے، یہ معانی حقیقت مین درجہ دوم کے معنی ہین، جنکو انگریزی مین سکنڈری معنی کہتے ہین، لیکن اس قسم کے تمام معانی لغت مین داخل کر لئے گئے ہین، اور اصلی معنی قرار پاگئے ہین، اس بنا پر جس چیز کو تاویل کہتے ہین، وہ تاویل نہین، کیونکہ جس معنی مین اون کا استعمال ہوا ہے، وہ بھی ظاہری ہی معنی ہین" (صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶)

اس اصول کے رو سے اگرچہ بہت سے مذہبی اختلافات دور کئے جا سکتے ہین، تاہم اس مین بھی کم از کم تسلیم کر لیا گیا ہے، کہ عربی زبان یا دنیا کی اور زبانون مین حقیقت و مجاز لفظ کی دو قسمین ہین، لیکن علامہ ابن تیمیہ نے ایک ضمنی بحث مین اس حقیقت ہی کے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، اور لغوی، ادبی بلکہ تاریخی حیثیت سے اس پر ایک نہایت دلچسپ اور سیر حاصل بحث کی ہی، اور انھون نے اس بحث کو اس لئے چھیڑا ہے، کہ متعدد حدیثون سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ ایمان کی حقیقت مین داخل ہین، اور ایمان انھی کے مجموعہ کا نام ہے، جن کے گھٹنے بڑھنے سے ایمان بھی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، لیکن مسلمانون کے بعض فرقون کے نزدیک ایمان ایک بسیط ذہنی چیز ہے، اور اوسکی حقیقت کسی چیز سے مرکب نہین، اس لئے اس فرقے کے لوگ ان حدیثون کی تاویل کرتے ہین، اور کہتے ہین کہ ان حدیثون مین اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کو مجازاً ایمان کی حقیقت مین داخل کر لیا گیا ہے،

"اس لئے رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد کہ ایمان کی کچھ اوپر ساٹھ یا ستر شاخین ہین جن مین سب سے اونچی شاخ



کلمہ توحید اور سب سے نیچی شاخ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے، مجاز، اور آپ کا یہ فرمانا کہ ایمان یہ ہے، کہ تم خدا پر، اوسکے فرشتون پر، اس کی کتابون پر اور اوسکے پیغمبرون پر ایمان لاؤ الخ حقیقت ہی"

لیکن علامہ موصوف اسکے جواب مین اصولاً اس تقسیم ہی سے انکار کرتے ہین، اور کہتے ہین کہ یہ تقسیم متاخرین کی ایجاد ہے، اور حقیقت و مجاز کی اصطلاح خیر القرون کے بعد پیدا ہوئی ہے صحابہ، تابعین، اور مشہور ائمہ مذاہب مثلاً امام مالک، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام شافعی بلکہ ائمہ نحو و لغت مثلاً خلیل سیبویہ، ابو عمرو بن العلا وغیرہ کے کلام مین اس کا پتہ نہین چلتا، سب سے پہلے لفظ مجاز کا استعمال ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ نے اپنی کتاب مین کیا ہی، لیکن اوس نے اس لفظ کا استعمال اس حیثیت سے نہین کیا ہے، کہ وہ حقیقت کا قسیم یعنی اوسکا مقابل ہے، بلکہ مجاز آیت سے اوسکی مراد وہ معنی ہے، جس سے آیت کے مفہوم کو بیان کیا جاتا ہی، بہرحال یہ ایک جدید اصطلاح ہے، اور ظن غالب یہ ہے کہ اوسکو معتزلہ اور انھی کی طرز کے متکلمین نے پیدا کیا ہے، ورنہ اہل فقہ، اہل اصول اہل تفسیر اور اہل حدیث، اس سے بالکل ناآشنا ہین، چنانچہ امام شافعی پہلے شخص ہین جنھون نے اصول فقہ کو مرتب کیا ہے، لیکن انھون نے حقیقت و مجاز کی طرف لفظ کی تقسیم نہین کی ہے، جو فقہی مسائل عربیت پر مبنی ہین، امام محمد نے بھی جامع کبیر وغیرہ مین اون پر بحث کی ہے، لیکن حقیقت و مجاز سے اونھون نے بھی تعرض نہین کیا ہی، امام احمد بن حنبل نے جہمیہ کے رد مین جو کتاب لکھی ہے، اس مین بے شبہہ لفظ مجاز کا استعمال کیا ہے، چنانچہ اونھون نے لکھا ہے کہ "انا اور نحن اور قرآن مجید مین اس قسم کے الفاظ مجاز لغوی ہین" اور اسی قول سے اون کے اصحاب مین قاضی ابویعلی ابن عقیل، اور ابوطالب وغیرہ نے یہ استدلال کیا ہی کہ قرآن مجید مین مجاز ہے لیکن اون کے اور اصحاب مثلاً ابوالحسن جزری، اور ابو عبد اللہ بن حامد وغیرہ نے اوسکی مخالفت کی ہے، ان کے علاوہ اور تمام ائمہ اس سے خاموش ہین، کیونکہ اس تقسیم کی ابتدا تیسری صدی یا دوسری صدی کے آخر مین ہوئی، اور چوتھی صدی مین اس کا عام رواج ہوا، امام احمد نے بے شبہہ اس لفظ کا استعمال کیا ہے لیکن جو لوگ اون کی طرف اس تقسیم کو منسوب کرنا نہین چاہتے، وہ کہتے ہین کہ مجاز لغوی سے اون کی یہ مراد

اصل چیز استعمال ہے، اور اس حیثیت سے حقیقت و مجاز مین کوئی فرق نہین بلکہ ان دونون ... اسلئے ایک کو

... [illegible] ان کی شکل استعمال یکسان طور پر ہوتا ہے،

شاید یہ کہا جائے کہ حقیقت کی تعریف مین معنی موضوع لہ سے یہ مراد ہے کہ اس معنی ... اور اس سے پہلے ہوا ہے، لیکن اس کا ثابت کرنا بھی سخت مشکل ہے، یہ کیونکر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اہل عرب نے، کے نازل ہونے کے وقت یا اوس سے پہلے جن الفاظ کا استعمال کرتے تھے، وہ اس سے پہلے کسی دوسرے معنی کو مین استعمال نہین کئے جاتے تھے، اور جب یہ معلوم نہین ہے، تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ فلان لفظ فلان معنی مین حقیقی طور پر ہوا ہے، بلکہ سرے سے یہی نہین معلوم ہو سکتا کہ کونسا لفظ حقیقی ہے اور کونسا مجازی؟

حقیقت اور مجاز مین ایک فرق یہ کیا جاتا ہے کہ بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہین، جن کا استعمال اضافت قیود کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس لئے اگر ان الفاظ کو اون قیود سے آزاد کر لیا جائے تو وہی حقیقت ... [illegible] اون نے تمام ... [illegible] حقیقت ... کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا، سیٔن اسی کے ساتھ ہمکو یہ بھی معلوم ہے کہ خداوند تعالے نے تو حضرت آدم علیہ السلام کو تمام زبانین سکھائین، اور نہ وہ زبانین انکی اولاد تک پہنچین کیونکہ ان زبانون کی نقل و روایت صرف اون کی اولاد کے ذریعہ سے ہو سکتی تھی، اور وہ سب کی سب طوفان نوح مین غرق ہو گئی، صرف چند لوگ باقی رہ گئے لیکن اون کی اولاد کا بھی خاتمہ ہو گیا، صرف نوح کی اولاد بچ گئی، اور وہ تمام دنیا کی زبانون مین بات چیت نہین کرتی تھی، تمام دنیا کی زبانون مین صرف ایک بان مثلاً فارسی یا عربی یا اردو یا ترکی کو لیلو تو ان مین اسقدر اختلافات نظر آئینگے جنکا شمار نہین کیا جا سکتا خود عرب مین ہر قبیلے کی زبان الگ الگ تھی، پھر کیونکر قیاس مین آ سکتا ہو کہ یہ تمام زبانین ایک نوح کی اولاد کے ذریعہ سے دنیا مین پھیلین،

اصل یہ ہے کہ الفاظ تمام تر خیالات کے تابع ہوتے ہین، اس لئے جس قوم کے دل مین جس قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہین، اوسی قسم کے الفاظ بھی پیدا ہو جاتے ہین یہی وجہ ہے کہ بعض قومون کے یہان بعض معانی کیلئے الفاظ ہوتے ہین، اور بعض قومون کے یہان نہین ہوتے، غرض وضع و اصطلاح تو کوئی چیز نہین



ہے کہ یہ معنی لغوی حیثیت سے جائز ہے، مثلاً ایک بڑا آدمی جسکے بہت سے اعوان و انصار ہون، یہ کہہ سکتا ہو کہ ہم نے کیا یا ہم کرین گے، یعنی وہ واحد کے بجائے اپنے لئے جمع کا صیغہ استعمال کر سکتا ہو لیکن اس کا اون کا یہ مقصد نہین کہ یہ لفظ ایک ایسے معنی مین استعمال کیا گیا ہو، جس کے لئے وہ وضع نہین کیا گیا ہو،

اس تاریخی بحث کے بعد علامہ موصوف نے اصولاً یہ بحث کی ہے کہ اس تقسیم و تعریف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ پہلے ایک معنی کے لئے وضع کر دیا جاتا ہے، پھر جب اپنے اصلی معنی مین استعمال کیا جاتا ہے، تو اوسکو حقیقت کہتے ہین، ورنہ اوسکو مجاز کہا جاتا ہے، اس بنا پر سب سے پہلے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ الفاظ اول اول چند معانی کے لئے وضع کئے جاتے ہین پھر ان معانی مین اونکا استعمال کیا جاتا ہے اور ان کی وضع ان کے استعمال پر مقدم ہوتی ہے، جو لوگ لغت کو ایک اصطلاحی چیز قرار دیتے ہین، اون کا خیال ہے، کہ چند عقلاء نے جمع ہو کر ہر چیز کے الگ الگ نام رکھدئے ہین، اور یہ اصول تمام زبانون پر حاوی ہے، مسلمانون مین سب سے پہلے ابو ہاشم ابن جبائی اور امام ابوالحسن اشعری نے اس پر بحث کی، اور ابو ہاشم نے لغت کو ایک اصطلاحی چیز، اور امام اشعری نے اوس کو توقیفی یعنی الہامی یا فطری چیز قرار دیا، اوس کے بعد اور لوگون نے جب اس بحث مین حصہ لیا تو کچھ لوگون نے بعض الفاظ کو توقیفی اور بعض کو اصطلاحی قرار دیا، لیکن انصاف یہ ہے کہ عرب یا کسی اور قوم کی نسبت یہ ثابت نہین کیا جا سکتا کہ ایک جماعت نے مل کر پہلے تمام معانی کے لئے الفاظ وضع کئے، پھر بعد کو ان معانی مین ان کا استعمال کیا، بلکہ جو چیز عام طور پر معلوم ہے، وہ ان الفاظ کا مخصوص معانی مین استعمال ہے، غرض تاریخی روایات سے تو اس کا ثابت کرنا ناممکن ہے، البتہ عقلی استدلال کیا جا سکتا ہو کہ جب تک معانی کے لئے الفاظ وضع نہ کر لئے جائین، ان معانی مین انکا استعمال ناممکن ہو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ خداوند تعالے نے فطری اور الہامی طریقے پر جانورون تک کو چند بولیان سکھا دی ہین، جنکے ذریعہ سے وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہین، اور قرآن مجید کی اصطلاح مین اسی کا نام "منطق" اور "قول" ہے، چنانچہ خداوند تعالے فرماتا ہے،

ہے کہ یہ معنے، النّاس عُلّمنا منطق الطیر — لوگو! ہم کو خدا کی طرف سے پرندون تک کی بولی سکھائی گئی ہے،

ہم نے کیا،

کہ یہ لفظ ایک نملة یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم۔ — ایک چیونٹی نے کہا کہ چیونٹیو! اپنے (اپنے) بلون مین گھس جاؤ،

کہ بعینہ اسی طرح آدمی کا بچہ بھی جب اپنے باپ ماں کو بولتے ہوئے سنتا ہے، تو اس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فلان معنی مین استعمال کیا جاتا ہے، اس طرح وہ رفتہ رفتہ پوری قوم کی زبان اور اوسکے محل استعمال سے واقف ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ بعض اوقات بعض الفاظ کے معنی بھی دریافت کرلیتا ہے، لیکن یہ بعینہ ایسی ہوتی ہے جسطرح ایک مترجم غیر زبان کے آدمی کو الفاظ کے معنی سمجھاتا ہے، لیکن بہرحال یہ کوئی وضعی اصطلاح [illegible] پر حاوی ہے، [illegible] سب سے پہلے [illegible]

دوسرے مفید الفاظ مجازی قرار دیے جائین گے، مثلاً عربی زبان مین راس [illegible] سر کے ہین، لیکن اگر اس لفظ کے ساتھ کوئی خاص قید بڑھا دی جائے تو وہی [illegible] اصطلاحی چیز، اور امام [illegible] بحث ہو، حصہ لیا تو کچھ [illegible] العین یعنی نہر کا سرچشمہ، راس القوم یعنی قوم کا سردار، راس الشہر یعنی مہینے کا آغاز وغیرہ کیونکہ انسانی [illegible] سر ہوتی ہے، اس لئے ہر چیز کی ابتدا و آغاز کو اس مناسبت سے راس کہہ سکتے ہین، لیکن اصل بحث استعمال کی ہے، اور یہ بشکل ثابت کیا جاسکتا ہے، کہ اس قسم کے الفاظ کا استعمال لغت مین بغیر قید کے ہوا ہو، مثلاً کہا جاتا ہے، کہ سر کے معنی مین راس کا استعمال بلا قید کیا جاتا ہے، لیکن یہ لفظ بھی ہمیشہ انسانون ہی کی طرف منسوب کر کے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن مجید مین ہے،

وامسحوا برؤسکم — اپنے سرون کا مسح کرو،

پھر راس العین، راس القوم اور راس الشہر اور راس لفظ مین کیا فرق ہے؟ دونون ایک خاص قید کے ساتھ مستعمل ہوئے ہین، اس لئے ایک کو حقیقت اور ایک کو مجاز کیونکر کہا جاسکتا ہے؟ بعض الفاظ ایسے

ایسے ہین، جو ایک جگہ مفرد اور دوسری جگہ ترکیب کے ساتھ استعمال ہوتے ہین، مثلاً انسان اور انسان العین، اسلئے ایک کو حقیقت اور دوسرے کو مجاز کہا جا سکتا ہے، کیونکہ انسان العین کے معنی آنکھ کی پتلی کے ہین، اور چونکہ پتلی مین انسان کی شکل نظر آتی ہے، اسلئے اس کو مجاز کہہ سکتے ہین، لیکن مجاز کی تعریف یہ ہے کہ لفظ غیر معنی موضوع لہ مین مستعمل ہو، اور اس جگہ تو لفظ انسان کا استعمال نہین ہوا ہے، بلکہ ایک لفظ کے ساتھ ترکیب دینے کے بعد اوس کا استعمال کیا گیا ہے، اسلئے یہ ایک مستقل وضع ہے، البتہ اگر اس مرکب لفظ یعنی انسان العین کا استعمال کسی اور معنی مین کیا جائے تو اوس کو مجاز کہہ سکتے ہین، لیکن اس مرکب لفظ کا استعمال کسی دوسرے معنی مین نہین کیا گیا ہے،

مجاز اور حقیقت مین ایک فرق یہ کیا جاتا ہے کہ جو لفظ کسی معنی پر بلا قرینہ دلالت کرے اوس کو حقیقت اور جو قرینہ کے ساتھ دلالت کرے اوس کو مجاز کہتے ہین، لیکن خود قرینہ کا لفظ بحث طلب ہے، اگر اس سے لفظی قرائن مثلاً اضافت اور تعریف اور حال وغیرہ مراد لئے جائین تو ایک مرکب کلام مین ہر لفظ مقید ہوتا ہے، مطلق نہین ہوتا، فعل مین فاعل، مفعول بہ، ظرف زمان، ظرف مکان اور حال وغیرہ کی قید ہوتی ہے، اور حروف معانی کسی نہ کسی فعل کے ساتھ متعلق ہوتے ہین، اسم بھی مبتدا، منادی یا خبر ہوتا ہے، اسلئے اگر قرینہ سے خالی ہونے کے معنی یہ ہین کہ حقیقی الفاظ ان تمام قرائن سے خالی ہون، تو کوئی لفظ حقیقی ہو ہی نہین سکتا، یہی وجہ ہے کہ کلمہ اور کلام کا لفظ اہل عرب کی زبان مین صرف مقید پر بولا جاتا ہے، مفرد پر بولا نہین جاتا، خود قرآن مجید مین بھی یہ لفظ اسی معنے مین استعمال ہوا ہے،

تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم — ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم مین اور تم مین یکسان ہو،

اور بھی متعدد آیتون مین اس لفظ کا استعمال ایک مرکب جملے پر کیا گیا ہے، حدیث مین ہے،

اصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبید — سب سے سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے لبید کا کلمہ ہے

"الا کل شیء ما خلا اللّٰہ باطل" — "ہاں! کل شئ ماخلا اللّٰہ باطل"

اس قسم کی اور بھی بہت سی حدیثین ہین، باقی رہے مفرد الفاظ مثلاً اسم، فعل اور حرف پر کلمہ کا استعمال تو یہ

نحویون کی اصطلاح ہے خود اہل عرب اسم فعل اور حرف کو کلمہ نہین کہتے، لیکن اگر یہ مراد ہے کہ جس لفظ کے ساتھ قرینہ ملا ہوا ہو اوسکو حقیقت اور جس سے قرینہ الگ ہو، اوسکو مجاز کہا جاتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ اس ملے ہوئے قرینہ سے کیا مراد ہے، ؟ اگر یہ مراد ہے کہ وہ قرینہ خود لفظ مین موجود ہو تو جن الفاظ مین خود متکلم یا سامع کی حالت قرینہ بن جاتی ہے، وہ مجاز قرار پائین گے حالانکہ وہ مجاز نہین ہین، مثلاً "قال النبیؐ" یا "قال الصدیق" سے ہر مسلمان رسول اللہ صلعم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ذات مراد لیتا ہے، لیکن خود ان الفاظ مین کوئی قرینہ نہین ہے، بلکہ ہر مسلمان کا استعمال ہی قرینہ ہے، اس لئے یہ دونون لفظ مجاز قرار پائین گے، اس کے بالکل برعکس اگر ایک شخص کسی بہادر آدمی کی طرف اشارہ کرکے کہے،

هذا الاسد فعل اليوم كذا — اس شیر نے آج یہ کام کیا،

تو یہ لفظ حقیقی قرار دیا جائے گا، کیونکہ "ہذا" کا اشارہ قرینہ ہے اور وہ اس لفظ کے ساتھ ملا ہوا ہے حالانکہ اس لفظ کا استعمال حقیقی معنی مین نہین ہوا ہے، لیکن اگر ملے ہوئے قرینہ سے مراد وہ قرینہ ہو جو تخاطب کے وقت موجود ہو، تو ہر مجاز حقیقت ہو جائے گا، کیونکہ جو شخص کسی مجازی لفظ کا استعمال کرتا ہے، حالتِ تخاطب مین اوسکے ساتھ اس قسم کی باتین ضرور پائی جاتی ہین، جو اوسکے مفہوم کی وضاحت کر سکین، ان تمام مباحث کا نتیجہ یہ ہے کہ کتاب و سنت کے ایک ایک لفظ مین ایسی قید لگی ہوئی ہے، جو اوس کے معنی کی توضیح کرتی ہے، اس لئے ان مین کوئی مجاز نہین، بلکہ صرف حقیقت ہی حقیقت ہے، اس لئے قرآن و حدیث کے ہر لفظ کے متعلق اوس کے نظائر کی تلاش کرنی چاہئے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ قرآن مجید کا طرز خطاب کیا ہے، ؟ اور رسول اللہ صلعم کا انداز کلام کیا تھا، ؟ اگر یہ طرز و انداز صرف قرآن و حدیث کے ساتھ مخصوص ہو تو یہ یقین کرنا چاہئے کہ خدا اور خدا کے رسول کا مخصوص طریقہ خطاب یہی ہے، لیکن اگر دوسرون کے کلام مین بھی اس قسم کے الفاظ کی بکثرت نظیرین پائی جائین، تو یہ کہا جائے گا، کہ یہ طرز خطاب رسول اللہ صلعم ہی کے ساتھ مخصوص نہین ہے، بلکہ آپ کی قوم کا طریقہ گفتگو یہی تھا، اس بنا پر رسول اللہ صلعم اور صحابۂ کرام کے بعد جو اسالیب کلام پیدا ہوئے، اون پر حدیث

و قرآن کا محمول کرنا کسی طرح جائز نہین، بہت سے فقہی اختلافات اسی غلطی سے پیدا ہوئے اور مرجیہ نے ایمان کی حقیقت کی تعیین مین اسی وجہ سے غلطی کی، اور سمجھے کہ ایمان کے حقیقی معنی صرف تصدیق کے ہین، اور اعمال اوسکی حقیقت مین مجازاً داخل کر لئے گئے ہین، حالانکہ جب مجاز و حقیقت کی تقسیم ہی صحیح نہین ہے، تو اس تفریق کی کوئی ضرورت ہی نہین، لیکن اگر بالفرض یہ تقسیم صحیح بھی ہو تو اس تقسیم کے رو سے حقیقت کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے معنی پر بلا قرینہ دلالت کرے، اس لحاظ سے قرآن و حدیث مین جہان کہین ایمان کا لفظ بلا قرینہ اطلاق و عموم کے ساتھ آیا ہے، اوس مین اعمال داخل ہین، اس بنا پر رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد کہ ایمان کی کچھ اوپر ستّر شاخین ہین، حقیقت ہے، مجاز نہین،

قرآن مجید مین بھی بہت سے الفاظ کی نسبت مجاز کا دعویٰ کیا گیا ہے مثلاً قرآن مجید مین ہے،

واسأل القرية — یعنی گاؤن سے پوچھو،

لیکن گاؤن سے پوچھنے کے کوئی معنی نہین، اس لئے مفسرین اسکے مضاف یعنی اہل کو محذوف مانتے ہین اور آیت کی اصل یہ بتاتے ہین :-

واسأل اهل القرية، — یعنی گاؤن والون سے پوچھو،

لیکن اس تاویل کی کوئی ضرورت نہین، قریہ اور مدینہ ایسے الفاظ ہین، جو حال و محل دونون کو شامل ہین، اس لئے کہین صرف حال یعنی باشندے مراد لے لئے جاتے ہین، اور کہین محل یعنی مکان مقصود ہوتا ہے، چنانچہ ان آیتون مین

ضرب الله مثلا قرية كانت آمنة مطمئنة. — خدا ایسے گاؤن کی مثال بیان کرتا ہے، جو امن و اطمینان کی حالت مین تھا،

وكم من قرية اهلكناها — بہت سے گاؤن کو ہم نے ہلاک کر دیا،

گاؤن سے مراد گاؤن کے باشندے ہین،

لیکن اس آیت مین،

اوکالذی مر علی قریۃ وھی خاویۃ — یا مثل اس شخص کے جو ایک ایسے گاؤن سے گذرا

علی عروشھا — جو ویران تھا،

وہ جگہ مراد ہے، جسکو گاؤن کہتے ہین، لیکن ایسا گاؤن جو پہلے سے آباد تھا، کیونکہ جب تک آبادی کا لحاظ رکھا جائے، کسی مقام کو گاؤن نہین کہہ سکتے،

اسی طرح انسان کا لفظ ہے جو جسم و روح دونون کو شامل ہے، اس لئے اس سے ایک جگہ صرف جسم اور ایک جگہ صرف روح مراد لے سکتے ہین،



# ابوالعلاء المعری

اور

## مذمتِ شراب

از جناب قاضی احمد میان صاحب اختر جوناگڑھی،

عرب جاہلیت مین جہان اور کئی اخلاقی برائیان عام تھین، وہان شراب خواری کا بھی بکثرت رواج تھا، شغلِ مے نوشی نے انکی عقلون کو جادۂ اصابت سے ایسا منحرف کردیا تھا کہ قماربازی اور بادہ گساری کو وہ جود و عطا کی علامت تصور کرتے تھے، یہانتک کہ ابوغبشان نامی عرب نے جو کعبہ کا کلید بردار تھا، ایک مشک شراب کے عوض قصی کے ہاتھ بیت اللہ کی کنجیان فروخت کرڈالین[۱]!

یہی جذبۂ بادہ پرستی تھا، جس نے رعایتِ شوق کی بنا پر ان کی شاعری پر بھی گہرا اور پائدار اثر ڈالا، چنانچہ شعرائے جاہلیت نے اپنے کلام مین شراب کو مختلف نامون، کنیتون اور نسبتون سے یاد کیا ہے، حتی کہ ارباب لغت نے ان تمام نامون کو جمع کیا تو ان کی تعداد سینکڑون تک پہنچی، بقول بعض اہل لغت شراب کے لیے عربی مین ایک ہزار نام ہین، اس طرح عربی شاعری مین خمریات کے نام سے ایک مستقل صنف نظم معرضِ وجود مین آئی،

اگرچہ مذہب اسلام نے اس "ام الخبائث" کا نہایت حکیمانہ طور پر انسداد کر دیا تھا، جیساکہ قرآن کریم اس پر ناطق ہے، بااین ہمہ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین شراب کی تعریف شعرائے جاہلیت کے طرز مین عام طور

[۱] تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ ۲۷۶،

پائی جاتی ہے، جاہلی شعراء مین شراب کی تعریف مین لکھنے والون کی ایک اچھی خاصی جماعت ہے، لیکن بعد از اسلام عہد عباسی مین صنفِ خمریات کو بہت ترقی ہوئی، اور ابو نواس گویا اس فن کا امام سمجھا گیا[1] شراب کے متعلق ابو نواس کا یہ شعر مشہور ہے جسمین اس نے یہ مطلب ادا کیا ہے کہ شراب سے نہ صرف کام و دہن لذت یاب ہون بلکہ کان آنکھ اور ناک کو بھی اس لطف مین برابر کا شریک ہونا چاہیئے، چنانچہ کہتا ہے:-

| | |
|---|---|
| أَلا فاسقنی خمراً وقل لی هی خمر | ولا تسقنی سراً اذا امکن الجهر |
| ای ساقی مجھے شراب پلا اور یہ بھی کہہ کہ یہ شراب ہے | اور چھپا کر نہ پلا جبکہ علانیہ طور پر پلانا ممکن ہے. |

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ شراب کے متعلق ابو نواس نے جو باتین پیدا کی ہین وہ اس سے پہلے کسی نے نہین کہین[2]، خاندان عباسیہ کے خلیفہ المعتز کا بیٹا عبداللہ بن المعتز (۲۴۷ھ - ۲۹۶ھ) نے بھی جو عربی کا ایک جید شاعر اور ادیب گذرا ہے، "خمریات" کی ترقی مین نمایان حصہ لیا، اور ایک مجموعہ جس مین خود اسکے اشعار بھی شامل ہین، اسی موضوع پر "کتاب الفصول التماثیل فی طبائع السرور" کے نام سے تیار کیا تھا،

آٹھوین صدی کے ایک بزرگ امام نواجی[3] نے حلبۃ الکمیت[4] نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو خمریات کی دائرۃ المعارف ہے، اس کی نسبت مشہور ہے کہ جو کوئی ایک مرتبہ اس کتاب کو پڑھ لے ممکن نہین کہ اپنے مین شراب پینے سے روک سکے،

ارباب مجاز جہان "خمریات" کی "آتش سیال" کے ذریعہ اپنی آتش شوق کو بھڑکا رہے تھے، وہان اصحاب تصوف نے اس "مے مجازی" کو مینائے حقیقت مین منتقل کر کے شراب معرفت بنا دیا، اور اس طرح پردۂ حقیقت مین اگر "بنت العنب" عشق حقیقی اور معرفت روحانی کا ایک ذریعہ بنگئی، گو صوفیان

[1] اس کے دیوان مین خمریات کا ایک مستقل باب موجود ہے [2] الشعر والشعراء صفحہ ۵۱۱ طبع یورپ [3] شمس الدین محمد بن حسن بن علی النواجی القاہری الشافعی (۷۸۸ھ - ۸۵۹ھ) ادیب نحوی اور شاعر ملاحظہ ہو حسن المحاضرہ ج ۱ صفحہ ۲۷۴، ابن ایاس ج ۲ صفحہ ۳۲ و صفحہ ۴۹ [4] یہ کتاب خمریات کے متعلق ادب و نوادرات کا مجموعہ ہے جو اوضا تحریر مین ۲۵ ابواب پر مرتب ہے۔ بولاق مین ۱۲۷۶ھ مین اور مطبع وطن مین ۱۲۹۹ھ مین طبع ہو چکی ہے،



صاف طینت کے مقدس گروہ کے نزدیک یہ "آب آتش لباس" قطعاً حرام تھا، مگر وہ اس بادۂ روحانی کی کیفیت سے روزِ الست ہی سے لذت آشنا ہو چکے تھے جبکہ انگور کا ہنوز نام و نشان بھی نہ تھا، چنانچہ عمر ابن الفارض فرماتے ہین:-

| | |
|---|---|
| شربنا علی ذکر الحبیب مدامۃ | سکرنا بها من قبل ان یخلق الکرم |
| محبوب کی یاد مین ہم نے شراب پی ہے | اور اس وقت سے ہم مست و مخمور ہو گئے ہین جبکہ انگور کا وجود بھی نہ تھا |

چوتھی صدی ہجری مین جبکہ ایک طرف "مئے مجازی" اور "بادۂ عرفان" کی تعریف و توصیف مین عربی زبان کا ہر ایک شاعر رطب اللسان تھا، تو دوسری طرف شام کا مشہور فلسفی شاعر اور ادیب ابو العلاء المعری شراب نوشی کے خلاف سخت جد و جہد کر رہا تھا، اور اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اسلامی دنیا کا یہ پہلا مانع المسکرات (PROHIBITIONIST) شاعر ہے، جس نے اپنے کلام مین جابجا "بنت العنب" کی مذمت کی ہے، اور اس کے مضر اثرات کا ذکر کیا ہے، اس طرح اسلام نے انسدادِ مسکرات کی جو تحریک جاری کی تھی، اسکی ابو العلاء نے اپنے عقلی دلائل سے تائید و توثیق کی ہے، معری خود شراب سے متنفر تھا، اتنا ہی نہین بلکہ مختلف طریقون سے مے نوشی کے انسداد اور شراب کی مذمت مین اس نے اس قدر اشعار لکھے ہین کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہو جائے، بلکہ اس کی فہرستِ تصانیف مین ایک رسالہ خاص مذمتِ شراب مین پایا جاتا ہے،

جس کسی نے ابو العلاء کے کلام کا مطالعہ کیا ہے وہ اس امر کی شہادت دیگا کہ اس نے کبھی اس "کافر" کو منھ نہین لگایا، لیکن شام کے ایک عیسائی مصنف امین ریحانی نے ابو العلاء کے اشعارِ ذیل سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس نے ایک مرتبہ شراب پی تھی:-

| | |
|---|---|
| عمی العین یتلوه عمی الدین والهدی | آنکھون کے اندھے پن کیساتھ مذہب اور ہدایت کا |
| فلیلتی القصوی ثلاث لیالی | اندھا پن بھی آجاتا ہے پس میری ایک بے پایان |

رات تین راتون کے برابر ہوتی ہے،

× × × × × × × ×

ولا قصرت لی ام لیلی بشربها
اور ام لیلیٰ (شراب) نے بھی خود کو نوش کراکر

حنادس اوقات علی طیال[1]
میرے تاریک اوقات کو، جو میرے لئے بہت طویل ہین
کم نہین کیا،

ان اشعار کو نقل کرتے ہوئے ریحانی لکھتا ہے:-

"یہان اس کا اشارہ اپنے الحاد اور نابینائی کی طرف ہے، ام لیلیٰ عربی مین شراب کا نام ہے، اس کے تمام کلام مین جو تین جلدون مین ہے، مجھے اس کے شراب پینے کے متعلق صرف یہی شعر مل سکا ہے، وہ اپنی عادات کے لحاظ سے پکا زاہد تھا، اور تینون جلدون مین جو کلام پھیلا پڑا ہے اسمین وہ بالکل عہد حاضر کے ایک پرجوش "مانع المسکرات" کی طرح اس قدیم شناسا "عرق انگور" کی مذمت کرتا ہے[2]"

لیکن ہماری رائے مین یہان ریحانی ابوالعلاء کا مطلب نہین سمجھا، ابوالعلاء کی مراد یہ ہے کہ ام لیلیٰ کو جو بقول بادہ کشان دل و دماغ کو روشن کردیتی ہے، پی کر مین نے اپنی اس تاریکی کو دور نہین کیا، یعنی کبھی شراب پی ہی نہین جو تاریکی کو دور کرسکتی، اس بات کو ماننے کے لیے ہمارے پاس کافی وجوہ ہین کہ ابوالعلاء نے کبھی "دخت رز" کو ہاتھ نہین لگایا، چنانچہ اس کے بعض اشعار مین اس بات کا صریحی اقرار ہے کہ اس نے کبھی شراب نہین پی، مثلاً:-

(۱) اری الراح المسرة ثم کلتنی
مین دیکھتا ہون کہ شرابِ مسرت نے مجھے مخمور کیا ہے

وتلک لعمری الراح الحلال[3]
اور بجان عزیز! یہی شراب میرے لیے حلال ہے

۲- دیوان سقط الزند مین اس کا ایک قصیدہ ہے جو اس مطلع سے شروع ہوتا ہے:-

[1] لزومیات ج ۲ ص۱۲۱، [2] رباعیات ابی العلاء انگریزی صفحہ ۱۴۳، [3] سقط الزند صفحہ ۱ طبع ہندیہ مصر،

عللانی وان بیض الامانی
مجھے تم بار بار بادۂ ہوشربا پلاؤ کہ آج کی رات ہزارہا خوش کن امیدین

فنیت والظلام لیس بفانی[1]
باندھتا ہا مگر آخر کو وہ بھی ختم ہوگئین نہ معلوم اب رات کی تاریکی کب ختم ہو

اس قصیدہ مین اشعار ذیل ہین:-

فاغتبقنا بیضاء کالفضة المحـ
ـض وعفنا حمراء کالارجوان
ہم نے بھی خالص چاندی کی طرح سفید پانی شام کو چڑھایا،
مگر بادۂ ارغوانی سے گھن ظاہر کی،

ولوانا اجزنا الی شربها النهـ
ـی عیننا بکل اصهب عان
اگر ہم اس موقعہ پر حدود و منہیات سے تجاوز کرنا چاہتے تو
ہر سرخ اور کہنہ شراب کا رخ کرتے،

وهجرنا شرب الکؤس احتقارا
وشربنا مسرة بالدنان[2]
بلکہ پیالون کو بھی تحقیراً چھوڑ دیتے، اور مسرت مین
وارفتہ ہو کر خم کے خم منہ سے لگا لیتے،

ان اشعار کی شرح کرتے ہوئے صدر الافاضل فرماتے ہین:-

"ان ابا العلاء لم یکن مولعا بشرب الخمر ولم یعتد وصف ذلک فی الشعر الا تری الی قوله وهو فی هذه النونیة، فاغتبقنا الخ[3]"

ابوالعلاء مے نوشی کا دلدادہ نہ تھا اور نہ اس نے اپنے اشعار مین اسکی تعریف کی، کیا تم نہین دیکھتے قصیدۂ نونیہ مین اس کا یہ قول:- فاغتبقنا الخ.

(۳) ہمارے دوست پروفیسر عبدالعزیز صاحب میمن جنھون نے ابوالعلاء پر عربی مین ایک محققانہ کتاب لکھی ہے اسمین ابوالعلاء کے متعلق لکھتے ہین:-

"وہ کسی حالت مین شراب نوشی کو جائز نہین سمجھتا تھا، اور بچپن ہی سے لیکر تا دم مرگ وہ اس کا دشمن رہا، اور لزومیات مین شراب کی مذمت اور اس سے محترز رہنے کے متعلق اشعار بھرے پڑے ہین اور

[1] سقط الزند صفحہ ۳۴ [2] ایضاً [3] ضرام السقط لصدر الافاضل طبع ایران ص۲۶،

اس امر مین اس کے ہزارون اشعار ہین، ان مین ایک شعر بھی ایسا نہین ہے جو نہ صرف اسکی تصریح کرتا ہو بلکہ جو اس کے جواز یا اس کے استعمال کی طرف کھینچتا ہو[1]"

(۴) ابو العلاء نے صرف اسی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ شراب کی مذمت مین اس نے ایک خاص کتاب خماسیۃ الراح کے نام سے لکھی ہے، اس کی نسبت یاقوت کا بیان ہے کہ وہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے جو شراب کی مذمت مین لکھی گئی ہے، اس کا نام خماسیۃ اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ حروف معجم پر مرتب کیگئی ہے، اور ہر حرف کے لئے ایک حرکت مین پانچ سجعات لکھے گئے ہین یعنی مفتوحات مین پانچ، مضمومات مین پانچ، مکسورات مین پانچ، اور موقوفات مین پانچ، اس کا حجم تقریباً دس کراسہ ہے[2]،

(۵) ۴۱۲ھ مین بغداد کے ایک شاعر ابو الحسن علی بن عبد الواحد معروف بہ صریع الدلاء (مصیبت زدہ) نے بغداد سے مصر کو جاتے ہوئے معرہ مین ابو العلاء سے شراب طلب کی تھی، اور چونکہ وہ اس کام کا اہل نہ تھا اس لیے زادِ راہ کے طور پر اس کو کچھ بھیج دیا[3]، اور معذرت مین اشعار لکھ بھیجے[4] جن مین سے اشعار ذیل قابل ملاحظہ ہین:-

قد استحییتُ منك فلا تکلّف — مین تجھ سے نادم ہون اس لئے سوائے بہترین

الی شیٔ سوی عذرٍ جمیلِ — عذر کے اور کسی چیز کی توقع مجھ سے نہ رکھ،

وقد انفذتُ ماحقی علیہ — اور شراب پر میرا جو حق تھا وہ مین نے ادا کر دیا ہے

قبیح الھجو او شتم الرسول — بدترین ہجو سے یا پیغمبر کی سی بدگوئی سے

فہب انی دعوتُك للتصافی — اگر تو چاہتا تو مین تجھے سچے دوستون کی

علی غیر المعتقۃِ الشمول — طرح ساتھ رہنے کے لیے، شراب کہنہ و تازہ کے بغیر

[1] ابو العلاء و ما الیہ طبع سلفیہ مصر ص ۱۰۵ [2] معجم الادباء جلد اول صفحہ ۱۸۰ مرتبہ مارگولیتھ، طٰہٰ حسین نے اس کتاب کا نام حماستہ الراح غلط لکھا ہے اسکی تصحیح کیجئے [3] ابن خلکان، وفوات الوفیات ج ۲ ص ۲۳ [4] ابن خلکان جلد اول صفحہ ۳۵۹ (۱۳۱۰ھ مصر) [5] سقط الزند ص ۹۵



على راحٍ من الآداب صرفٍ — ادبیات کی خالص شراب سے

ونقلٍ من بسیطٍ او طویلِ — اور بحور بسیط و طویل کی گزک سے تیری دعوت کرتا،

۶- کسی شاعر نے ابو العلاء کو کوئی تحفہ بھیجا، اور اس کے ساتھ ہی ایک شعر لکھ کر بھیجا تھا، جسمین شراب کی تعریف کیگئی تھی، چنانچہ معری نے میمیہ[1] مین اس کا جواب دیا ہے جس کے چند اشعار حسب ذیل ہین:-

أوالیَ نعتِ الراح من شغفٍ بہا — کیا تو شراب کا حامی و مددگار ہے کہ اس سے اپنے شغف

کأنك خالٌ للمدامۃ او عمُّ — کی بنا پر تو گویا اس کا ماموں یا چچا بن گیا ہے،

وأنت ابوھا ان غدت کرمیّۃً — اور اگر وہ کریم الطبع ہو تو تو اس کا باپ ہے

وإن سکّنت راءٌ فوالدُھا کرمٌ — اور اگر اس کی ر ساکن ہو جائے تو اسکا باپ انگور ہے،

ومن بعض جارات العراقین بابلٌ — اور عراقین کے بعض ہمسایہ شہرون مین سے بابل اور عانہ مین

وعانۃُ والصہباء عندھما جمُّ — (بابل و عانہ انھی سے منسوب ہین) اور شراب انھین بکثرت بنتی ہے،

ألم تر انّ الاوّلین الیھما — کیا تو نے نہین دیکھا کہ متقدمین نے شراب کی نسل کا

نموا حسبَ الخمر الذی رفع النظم — سراغ انھین دو شہرون سے لگایا ہے کہ جس نے انکی شاعری کو بلند کر دیا،

فایاك والکأس التی بتّ ناعتا — خبردار! یہ جام شراب کہ جسکی تو نے بکثرت مدح کی ہے

فما شربُھا الّا السفاھۃ والإثم — اس کا پینا حماقت اور گناہ ہے،

۷- اس سلسلہ مین ایک دلچسپ ادبی واقعہ کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا، ۳۹۹ھ مین جب ابو العلاء بغداد پہنچا، اور وہان کے محلہ سویقۃ غالب مین قیام پذیر ہوا تو ربع الکرخ (بغداد) کے قاضی ابو الطیب طبری نے جو ایک جید فقیہ ہونے کے علاوہ شعر و سخن مین بھی دستگاہ رکھتے تھے، ابو العلاء کو شراب کے متعلق ایک پہیلی اشعار ذیل مین لکھ کر بھیجی،

[1] سقط الزند ص ۹۵ و ۹۶

| | |
|---|---|
| وماذات دس لا یحل لحا لب | وہ کونسی دودھ والی چیز ہے کہ جس کا پینا پینے والے کیلئے |
| متاوله والحم منها محلل ، | جائز نہین ہے، اور اس کا گوشت حلال ہے، |
| لمن شاء فی الحالین حیًّا ومیتًا | اور جو چاہے اسکو زندہ یا مردہ حالت مین بھی کھا سکتا ہو، |
| ومن شاء شرب الدس فهو مضلّلُ | اور جو کوئی اسکا دودھ پینا چاہے تو وہ گمراہ ہے، |
| اذا طعنت فی السن فالحم طیب | جب وہ عمر رسیدہ ہو جائے تو اسکا گوشت نفیس ہوتا ہو |
| واکلهٔ عند الجمیع معقلُ | اور اس کا کھانے والا سبھون کے نزدیک عقلمند سمجھا جاتا ہے |
| وخرفا ینها للاکل فیها کزازة | اور اس کی بچھڑیان کھانے مین خشک ہوتی ہین |
| فما لحصیف الرای فیهن مأکل | اور صائب الرائے (پختہ کار) کیلئے انمین کوئی خوراک نہین ہے |
| وما یجتنی معناه الا مبرّز | اس (پہیلی) کو وہی بوجھ سکتا ہے جو عالم و فاضل ہو اور |
| علیم باسرار القلوب محصّلُ | دلون کے راز جانتا ہو، |

ابو العلاء نے اس کے جواب مین فوراً اشعار ذیل قاصد کو لکھوائے اور بھیجدیئے،

| | |
|---|---|
| جوابان عن هذا السوال کلاهما | اس سوال کے دونون جوابات |
| صواب وبعض القائلین مضلّل | صحیح اور درست ہین، اور بعض جواب دینے والے گمراہ ہوجاتے ہین |
| فمن ظنه کرما فلیس بکاذب | تو جس نے اسے انگور سمجھا ہے وہ جھوٹا نہین ہے، |
| ومن ظنه نخلا فلیس یجهّلُ | اور جس نے اسے خرما خیال کیا ہو وہ بھی ناواقف نہین ہے |
| لحوم بها الاعناب والرطب الذی | ان کا گوشت دانہائے انگور و خرما ہین جو |
| هو الحل والدس الرحیق المسلسلُ | حلال ہین اور ان کا دودھ بادۂ درخشان ہے |
| ولکن ثمار النخل وهی غضیضة | مگر اوپر سے گری ہوئی کھجورین (خشک) |
| تمر وغض الکرم یجنی ویوکلُ | چھوارے ہین اور گرے ہوئے انگور جمع کئے اور کھائے جاتے ہین |

| | |
|---|---|
| یکلفنی القاضی الجلیل مسائلا | بزرگ قاضی صاحب مجھ سے ایسے مسائل دریافت کرتے ہین |
| هی النجم قدرا بل أعز وأطول | جو قدر و منزلت مین ستارہ ہین بلکہ انسے بڑھکر بلند رتبہ اور طول طویل ہین |
| ولو لم أجب عنها لکنت بجهلها | اور اگر مین اس (شراب) سے اپنی عدم |
| جدیرا ولکن من یودک مقبل[1] | واقفیت کی بنا پر جواب دیتا تو مناسب تھا لیکن جو تمہین چاہتا ہو وہ مبارک ہے |

۸- آخر مین ہم معرّی کے رسالۃ الغفران کا ایک اقتباس یہان پیش کرتے ہین جو شراب کی مذمت مین ہے، اور اگرچہ معرّی کی یہ عبارت مقفّیٰ اور مسجع نثر مین ہے، اور زیادہ تر اسمین شراب کے مختلف نامون پر لفاظی کیگئی ہے، تاہم اس کا صرف لفظی ترجمہ درج کیا جاتا ہے، اس سے یہ اندازہ ہوسکیگا کہ معرّی شراب کا کسقدر دشمن تھا:-

" نشہ تمام مذاہب مین حرام ہے، کہا جاتا ہے کہ جو شخص نشّی اشیا پیتا ہو اس کو اہل ہند اپنے اوپر حکمران نہین بناتے کیونکہ وہ اسے برا سمجھتے ہین، اور کہتے ہین کہ کبھی سلطنت مین کوئی خبر پہنچے اور بادشاہ نشہ مین ہو تو اس کا محکوم ملک خوابِ غفلت مین پڑا رہے، قہوہ (شراب) پر لعنت کیگئی ہے، اور کئی لوگ ہین جو آسانی سے اسمین مبتلا ہوجاتے ہین، خمر (شراب) مین بھلائی نہین ہے کہ وہ انگارون پر قدم رکھواتی ہے جو کوئی صبوحی کش ہوا اور پھر اسکی مذمت کی تو وہ دانشمندی کی راہ پر گامزن ہوا، جس نے ام لیلیٰ (شراب) لذ معائی تو گویا راہِ باطل مین اس نے اپنا دامن گھسیٹا، جس کسی نے ام زنبق (شراب) کی خواہش کی تو اس نے عقل کو خطرہ مین ڈال دیا، جس نے اپنے کفِ دست مین شراب اٹھائی تو اس نے ہدایت کو چھوڑ دینے مین عجلت کی، جس کسی نے عقار (شراب) کی صحبت مین بیٹھنا پسند کیا تو اس نے اپنے لباسِ وقار کو اتار

[1] حافظ سلفی نے ابو العلاء کے حالات مین جو کتاب لکھی ہے اس مین یہ واقعہ خود قاضی ابو الطیب طبری کی روایت سے لکھا ہے، اور سلفی سے ابن خلکان اور ابن ظافر الازدی نے اپنی کتابون مین نقل کیا ہے، دیکھو وفیات الاعیان جلد اول صفحہ ۲۳۳ - بدائع البدایہ ج ۲ صفحہ ۱۱،

پھینکا، جو قرقف (شراب) کا عادی ہو گیا تو وہ صریحی طور پر ناتجربہ کار رہے، جس نے خرطوم (شراب) کی عادت کی تو وہ نہال بے ثمر کی حالت میں رہا، عاتی (شراب کہنہ) کی مداومت آرزوؤن کو بار ور ہونے سے روکتی ہے، سبیئہ (شراب خانہ ساز) کی مایوسی پردۂ راز سے تمام اسرار نہانی کو باہر لاتی ہے، کمیت (شراب) مین کوئی فائدہ نہین ہے، کہ وہ اس کے زندہ کو مردہ بنا دیتی ہے، جو صرخدی (شراب) مین مبتلا ہوا تو وہ اپنی رسوائی کا فدیہ نہین دیسکا، اور شرابیون کا عہد کسقدر خیانت آمیز ہوتا ہے، کہ مضبوط سے مضبوط قسمون کو بھی توڑ دیتا ہے، اور سلافۃ (شراب) مرکب ہے سل اور آفت سے، قبیلہ بنی کلاب کے کئی نوجوان عنفوان شباب مین چل بسے اور دنیا کی مسرتون سے محروم رہے، شراب کہنہ کی مداومت نے جس کی یہ علامات ہین ان کو مہلک مرض سل مین مبتلا کر دیا، جس نے علی الصباح اٹھکر شمول (شراب تازہ) کا رخ کیا تو اسکی عقل و رائے (سلائی پھری ہوئی) بھوئی آنکھ کی نظر سے دیکھتی ہے، شرابی سے کوئی کم گنہگار ہوتا ہے، وہ ایک شیر ہے جو جنگل مین پہنچ گیا ہے[1]؛

ان شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو العلاء نے اس "ام الخبائث" سے جو حافظ جیسے صوفیون کے نزدیک "بوسۂ دوشیزگان سے زیادہ شیرین و مرغوب" تھی، اپنے تئین محفوظ رکھا تھا، اور دوسرون کو بھی اس سے محترز رہنے کی تاکید کرتا تھا۔

اس سلسلہ مین انگلستان کے ایک مستشرق نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابو العلاء کا شراب سے احتراز بربنائے عقل تھا نہ بربنائے مذہب، اور اس کے لیے اس نے ابو العلاء کے کلام سے بعض شواہد بھی پیش کئے ہین، اس شعر کو نقل کرتے ہوئے :۔

| | | |
|---|---|---|
| الیتُ ما تو راتکم بمنیرۃ | ترجمہ | مین قسمیہ کہتا ہون کہ تمہاری توراۃ بھی کسی طرح کی روشنی |
| ان الفیت فیھا الکمیت محللۃ[2] | | نہین ڈالتی، اگر امین وہ تنی پائی جاتی ہو تو یہ کہ شراب امین حلال ہ |



ڈاکٹر نکلسن لکھتا ہے :۔

"اگر دیکھا جائے تو یہ شعر توراۃ کے تحریف شدہ احکام کے برخلاف، قرآن مجید کے مستند ہونے کے متعلق، جو شراب کو حرام ٹھہراتا ہے، ایک سچے مسلمان کی التجا (اپیل) ہے، لیکن یہ تفریح اسکی اصل منطق کی طرف متوجہ نہین کرتی، معری کا مے نوشی کی مخالفت کرنا غیر مذہبی ہے جیسا کہ لزومیات کے متعدد مقامات سے ہمین معلوم ہوتا ہے، مثلاً :۔

| | |
|---|---|
| قل للمُدامۃ وھی ضدُّ للنھیٰ[1] | شراب سے کہدو کہ جو عقل کی مخالف ہے اور ہمیشہ |
| تضوا لھا ابداً اسیوف محاربٍ[2] | جنگجویون کی تلوار کو میان سے باہر کر دیتی ہے، |
| یقول الناس ان الخمر تؤدی | لوگ کہتے ہین کہ شراب سینہ مین سے |
| بمانی الصدر من ھمٍّ قدیم | پرانے رنج و غم کو زائل کر دیتی ہے، |
| ولولا انھا باللب تؤدی | لیکن اگر وہ عقل کو زائل نہ کر دیتی ہوتی تو |
| لکنتُ اخا المدامۃ والندیم[3] | مین شراب اور شرابیون کا دوست بن جاتا، |

یہان صاف طور پر اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تورات شراب نوشی کی اجازت دیتی ہے تو وہ ہمین گمراہ کرتی ہے، لہذا ہمین عقل کی اطاعت کرنی چاہئے نہ کہ وحی و الہام کی، اور یہ بات کہ شراب کے معاملہ مین معری محمد (صلعم) کیساتھ متفق ہے، اس عام اصول کو بالکل نظر انداز کر دیتی ہے[4]"؛

فاضل مستشرق کی مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کی ممانعتِ خمر سے معری کو کوئی تعلق نہین ہے، لیکن یہ ایک بڑا مغالطہ ہے، جسمین بد قسمتی سے تمام مستشرقینِ یورپ مبتلا ہین، انھی باتون کی وجہ سے تو یورپ نے معری کو ہاتھون ہاتھ لیا ہے تاکہ اسلام کے خلاف کچھ مواد ہاتھ آئے، لیکن صاحبِ فہم اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ ایک شاعر جب کسی چیز کی مذمت کرتا ہے تو اس کے لیے یہ ضروری نہین ہے کہ وہ ایک قاضی یا مفتی کی طرح

آیات و احادیث بھی اپنے اشعار میں لایا کرے، اس کے لیے سوائے اس کے چارۂ کار نہیں ہے کہ وہ عقلِ انسانی سے اپیل کرے، رہا یہ امر کہ توراۃ میں چونکہ شراب کا جواز پایا جاتا ہے، لہٰذا مذہب کو چھوڑ کر عقل پر چلنا چاہیے اور اس سے خواہ مخواہ یہ نتیجہ نکالنا کہ ابو العلاء نے بالواسطہ قرآن مجید پر عمل نہ کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے، یہ بھی نکلسن کی اختراع اور جدتِ طبع ہے، ورنہ ابو العلاء کے کلام میں کئی اشعار ایسے آئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ شراب کو مذہبًا ناجائز سمجھ کر اس سے محترز رہتا تھا، چنانچہ کہتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| لو کانت الخمر حلاً ما سمحت بها | اگر شراب حلال ہوتی تو میں اپنے لیے اسے ظاہر میں |
| لنفسی الدهر لا سرًّا و لا علنا | اور باطن میں نہ چھوڑتا، |
| فلیغفر الله کم تطغی مآربنا | خدا معاف کرے ہماری کتنی خواہشات پوری ہوتی |
| و ربنا قد احل الطیبات لنا[1] | رہتی ہیں، حالانکہ خدا نے ہمارے لئے پاک چیزوں کو حلال کر دیا ہے، |

ایک اور جگہ کہتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| تمنیتُ ان الخمر حلت لنشوة | میری آرزو تھی کہ شراب صرف نشہ لانے کے لیے |
| تجهلنی کیف أطمأنت بی الحال[2] | جائز ہوتی تاکہ وہ مجھے اس بات کو بھلا دیتی کہ مجھ پر کیا گذری، |

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ معری نے شراب نہ پینے کا یہ عذر معقول پیش کیا ہے کہ وہ عقل کو زائل کر دینے والی ہے، لیکن ایسا کہنا کسی طرح احکامِ قرآنی کے خلاف نہیں ہو سکتا، بلکہ اس سے تو اسکی مزید تائید ہوتی ہے، مثلاً:۔

| | |
|---|---|
| لا أشرب الراح اشرها طیب نشوتها | میں شراب نہیں پیتا کہ اسکی نشہ آور بو |
| بالعقل فضل انصاری و اعوانی[3] | عقل کو توڑ دیتی ہے جو میرے مددگار و اور |

(حاشیہ: بعض نسخوں میں ...)

پھر معری یہ بھی صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ میں نے محتسب کے خوف سے ڈر کر شراب کو حرام نہیں

[1] لزومیات جلد دوم ص۲۹۴، [2] سقط الزند ص۱۰۱، [3] لزومیات جلد دوم ص۵۱۵،



سمجھا بلکہ اس واسطے کہ وہ عقل کے لیے مضر ہے:۔

| | |
|---|---|
| و حرمت شرب الراح لا خوف سائط | میں نے کسی درّہ مارنے والے کے خوف سے شراب کو |
| و لکنها ترمی العقول بعقال[1] | حرام نہیں کیا لیکن اسلیے کہ وہ دراصل عقل میں بیڑیاں ڈال دیتی ہے، |

اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا شراب سے باز رہنا ریاکاری کے طور پر نہ تھا، یعنی اگر وہ اس کو مذہبًا حرام سمجھتا ہے تو اس کے لیے اسکے پاس معقول وجہ بھی اس بات کی ہے کہ یہ عقل کو کھو دینے والی چیز ہے،

ابو العلاء کا ایک افریقیت مآب سوانح نگار ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری بھی معری کے "رفض الخمر" کی وجوہات میں دینی وجہ کو پیش کرتا ہے، چنانچہ معری کے فلسفیانہ خصائص کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

| | |
|---|---|
| "و لابی العلاء مع انه من اصحاب | باوجودیکہ ابو العلاء اصحاب اللذۃ (پیروانِ ایپکیورس) |
| اللذة شذة[2] غریبة في رفض | میں سے تھا، پھر بھی ترکِ شراب میں اس کو |
| الخمر، فقد حرمها من جهات ثلاث | عجیب قسم کا تشدد ہے (؟)، کہ اس نے شراب کو |
| من جهة العقل و الصحة و الدین[3] | تین وجوہ: عقل، صحت، اور دین کی بنا پر حرام کیا تھا، |

لیکن طٰہٰ حسین کا معری جیسے متشائم (PESSEMIST) فلسفی کو اصحاب اللذۃ میں شمار کرنا بالکل بے معنی ہے،

یہاں ہم ابو العلاء کے چند اشعار نقل کرتے ہیں جنمیں مختلف پیرایوں میں اس نے شراب کی مذمت اور اس کے انسداد کی کوشش کی ہے:۔

| | |
|---|---|
| (۱) و لو طرب الجمادُ لکان اولی | اگر جمادات خوش ہوتے تو بہتر تھا، |
| شروب الراح بالطرب الدنان[4] | کیونکہ شراب مٹی کے پیالوں میں پی جاتی ہے، |

[1] سقط الزند ص ۱۴۷، [2] ذکری ابی العلاء صفحہ ۳۰۴، [3] نسخہ میں غریبہ چھپا ہے، جس کے معنی "اہل مغرب کا سا تشدد" ہے، لیکن یہ نسخہ کی غلطی معلوم ہوتی ہے، یہ دراصل غریبہ ہے اور اسی لیے ہم نے یہی معنی لیے ہیں، [4] سقط الزند ص۱۰۱،

(۲) عدّ عن شارب کأسٍ أسکرت — اوس جام کے پینے والے سے جو نشہ لاتا ہے، دور رہ،
فھو مثل الکلب فی الرجس و لَغْ[1] — کیونکہ وہ کتے کی طرح نجاست آلودہ ہے،

---

(۳) انّ سرور المدام لا یدُم — شراب کا سرور قائم نہین رہتا،
بل اعقبت بالھموم والندم — بلکہ (اترنے کے بعد) رنج وغم اور پشیمانی لاتا ہے،
والکأس من کاسَ فی التعثّر وال — لفظ کأس (پیالہ) من کاس الخ (جو مغلسی مین سکر کر بیٹھا)
ندمان لفظٌ اتی من ندمِ[2] — سے ماخوذ ہے اور لفظ ندمان (یاران مینوش) ندامت سے آیا ہے،

---

(۴) شرابک بئس الشئ سرّ دا نما — تیری شراب بدترین چیز پیدا کر دیتی ہے،
افاد سرورًا باطلًا حین أسکرا[3] — کیونکہ جب وہ نشہ لاتی ہے تو سرور باطل پیدا کرتی ہے،

---

(۵) لا تشربنّ الخمر فھی غویّۃٌ — ہرگز شراب نہ پی کہ وہ گمراہ کن ہے،
ساقت بأنعمہا طویل الابؤس[4] — اسکی نعمتون کے ساتھ طویل مفلسی بھی لگی ہوئی ہے،

---

(۶) دع الراح فی راح الغواۃ مدارۃ — شراب کو گمراہون کے ہاتھون مین نرمی سے چھوڑ دے
یظنّون فیہا حنوۃً و قرنفلا — جو یہ خیال کرتے ہین کہ اسمین حنوہ (ایک خوشبودار نبات) اور لونگ کی سی خوشبو ہے
تریع بہا اجناد ابلیس رغبۃً — شیطان کا لشکر اسکی طرف اپنی رغبت سے خوش ہوتا ہے
وتنفر جرّاہا الملائک جفّلا[5] — اور فرشتے اسکے پینے والون سے نفرت کرکے بھاگ جاتے ہین،

[1] لزومیات ج ۲ ص ... [2] ایضًا ... [3] ایضًا ج ۱ ص ۲۱۹ [4] ایضًا ج ۲ ص ۱۳ [5] ایضًا ص ۱۲۸،



(۷) انّ کؤس المدام تشبہہا ال — کاسہائے شراب اُن تلوارون کی مانند ہین
سیوف والموت فی مضاربہا — جن کی دھارون مین موت ہے،
ونملتھا ان تذوب فی جسد — اور ہم چاہتے ہین کہ وہ ہمارے جسم مین پیوست ہوجائین
اضرّ للنفس من عقاربہا — جو نفس کیلئے مصائب وآلام سے بڑھکر ہے،
وکلّ ما أذھب العقول وان — اور ہر چیز جو عقل کو زائل کر دیتی ہے، اگر وہ عقل کے
خالفہا فھو من اقاربہا — مخالف ہو تو وہ شراب کے اقربا مین سے ہے،
جرّبہا عالم بشیمتہا — دنیا نے اس کی سیرۃ سے اس کا تجربہ کر لیا ہے، کہ
ویذھب اللبّ فی تجاربہا — عقل اس کے تجربہ کرنے مین زائل ہو جاتی ہے،
وقد تقضی الحیاۃ راضیۃ — اور شراب کے مقاصد کو حل کئے بغیر بھی زندگی
بدون ما نیل من مآربہا[1] — خوشی سے بسر ہو سکتی ہے،
(۸) تالّی الحجا واستشھد السکر أنہا — عقل قسم کھاتی ہے اور نشہ کو گواہی مین پیش کرتی ہے
ذمیمۃٌ غِبٌّ لا تحلّ لشاربٍ[2] — کہ یہ دوشابِ تلخ پینے والے کیلئے جائز نہین ہے،

## ابوالعلاء وما الیہ

عربی زبان مین خیام عرب ابوالعلاء کے حالات وسوانح اور اس کے مسائی پر بہترین تبصرہ

حجم ۴۳۰ صفحے، قیمت مجلد ۲؎، غیر مجلد ۱؎ مطبوعہ مصر،

"منیجر"

[1] لزومیات ج ۱ ص ۱۱۱، ۱۱۲
[2] ایضًا ، ص ۱۰۱،

# عبادت

از مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مصنف "الجہاد فی الاسلام"

(۲)

اب سوال یہ ہے کہ خدائے واحد کی پرستش تک رہنمائی حاصل کیے بغیر سلیم الفطرت انسان کیون مطمئن نہ ہو سکا، اور اس کے بعد کیون مطمئن ہوگیا؟ اس سوال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو جو فطری جذبہ پرستش پر مجبور کرتا ہے، اس کا اصل مقصود خدائے واحد ہی کی پرستش ہے، اور جبتک وہ اس مقصود کو پہنچ نہین جاتا، مطمئن نہین ہوتا اور نہین ہو سکتا، اِلّا یہ کہ عقل وفکر کی نارسائی یا آباواجداد کی اندھی تقلید انسان کو بے اطمینانی محسوس ہونے نہین دیتی، جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہین، انسان کے اندر پرستش کا جذبہ فطری طور پر پیدا ہی اسلئے ہوتا ہے کہ وہ اور اس کا رونگٹا رونگٹا اور اس کے گرد و پیش کائنات کا ذرہ ذرہ، خدا کی بندگی مین مشغول ہے، ایسی حالت مین جب ایک ظلوم وجہول انسان خدا سے ناواقف ہوکر غیر خدا کی پرستش کے لیے جھکتا ہے تو اس کے گرد و پیش کائنات کا کوئی عنصر، حتیٰ کہ خود اس کے جسم کا کوئی جز اس کا ساتھ نہین دیتا، وہ جن پاؤن سے اپنے خود ساختہ معبود کی طرف بڑھتا ہے، وہ خدا کی عبادت مین چلتے ہین، وہ جن ہاتھون سے اسکے آگے نذر پیش کرتا ہے، وہ خدا کی بندگی مین حرکت کرتے ہین، وہ جس پیشانی سے اس کو سجدہ کرتا ہے وہ خدا کے سجدہ مین جھکی ہوتی ہے، وہ جس زبان سے اس کی بڑائی بیان کرتا ہے وہ خدا کی تکبیر وتسبیح مین مشغول ہوتی ہے، ایسی حالت مین اس کی یہ ساری پرستش، یہ تمام نمایش وگرایش، ایک جھوٹ، ایک افترا، ایک بہتان، ایک صریح جعل ہوتی ہے، جس کے بطلان پر کائنات کا ہر ذرہ گواہی دیتا ہے، اور خود انسان کی فطرت، اپنی لطیف وغیر محسوس آواز مین بار بار اسے تنبیہ کرتی ہے کہ یہ تو کس دھوکے مین پڑگیا ہے؟ کیا تجھے بندے کی بندگی، پرستار کی پرستش، فرمانبردار کی فرمانبرداری کرتے شرم نہین آتی؟ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ،

اس کے علاوہ ایک اور باریک نکتہ یہ بھی ہے کہ بندگی، اور پرستش دونون توام ہین، ایک ہی کل کے



دو لاینفک جز ہین، جنکی فطرت ایک ہی ہے، اور وہ اس کی مقتضی ہے کہ دونون ساتھ ساتھ رہین، پس جب انسان اپنی جہالت وبے خبری سے ان دونون کو جدا کر دیتا ہے، اور بندگی ایک کی کرتا ہے، اور پرستش دوسرے کی، تو یہ تفریق وتقسیم فطرت کے خلاف واقع ہوتی ہے، اور ایک نہایت خفی وغیر محسوس تحت الشعوری بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے، کیونکہ پرستش اپنی فطرت کی بنا پر بندگی سے مل جانا چاہتی ہے، اور انسان اپنی ناسمجھی کے باعث اسکو نہین ملنے دیتا، پھر جب انسان کی جہالت کا پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے، اور اسے اس حقیقت کا علم حاصل ہو جاتا ہے کہ معبود وہی ہے جو مالک، خالق، اور پروردگار ہے، تو بندگی اور پرستش دونون باہم مل جاتی ہین، اور اس وصال سے وہ لطف، وہ مزا، وہ اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے جو ہجر وفراق کی حالت مین مفقود تھا،

اسی بندگی وپرستش کی ہم آہنگی سے انسان کو دوسری مخلوقات پر شرف حاصل ہوتا ہے، اور وہ اس رتبہ پر پہنچتا ہے جسے خدا نے اپنی "خلافت" ونیابت سے تعبیر کیا ہے، اور جس پر پہنچنا انسان کی پیدایش کا اصلی مقصود ہے، قرآنِ حکیم مین یہ مضمون اس پیرایہ مین بیان کیا گیا ہے کہ جب خدا نے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو کہا کہ مین زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہون، فرشتون نے عرض کیا کہ کیا تو اس ہستی کو اپنا نائب بنانا چاہتا ہے جو زمین مین فساد پھیلائے گی اور خونریزیان کریگی، حالانکہ تیری نیابت کے مستحق ہم ہین، کہ تیری حمد وثنا کرتے اور تیری تسبیح وتقدیس مین لگے رہتے ہین، مگر خدا نے جواب دیا کہ تم اس حقیقت سے ناواقف ہو جو میرے علم مین ہے، اور پھر اس نے فرشتون پر انسان کی فضیلت اور خلافت ونیابت کیلئے اس کی اہلیت ثابت کرنے کے لیے آدم کو حکم دیا کہ جو علم ہم نے تجھ کو عطا کیا ہے وہ ان کے سامنے پیش کر، چنانچہ جب آدم نے اپنا علم پیش کر دیا، اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ انسان خدا کی بندگی وپرستش صرف جبلت ہی کے اعتبار سے نہین، بلکہ علم ومعرفت کی بنا پر بھی کریگا، تو انھون نے تسلیم کرلیا کہ فی الواقع خدا کی نیابت کا مستحق انسان ہی ہے، اور وہ سب اس کے آگے جھک گئے، اب اگر انسان بھی علم وعرفان کے بغیر محض بندگی کرتا رہے جس پر وہ مجبول ہے تو اس مین اور ملائکہ اور شجر وحجر اور لایعقل حیوانات مین کوئی فرق

نہین رہتا اوراس کا استحقاقِ خلافت باطل ہو جاتا ہی بلکہ اگر وہ اپنی تخلیق کے اصل مقصد سے ہٹ کر علم سے بے بہرہ رہے، اور جو وسائل علم و معرفت اسکو عطا کیے گئے ہین ان سے کام نہ لے، اور اس جہالت و ناواقفیت کیساتھ زمین مین فساد پھیلائے، خونریزیان کرتا پھرے، اور وہ سرکشیان کرنے لگے جو دوسری مخلوق نہین کرتی، تو وہ جانورون سے بھی بدتر ہو جاتا ہے،

| | |
|---|---|
| لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا، وَلَهُمْ | وہ دل رکھتے ہین مگر ان سے سمجھنے کا کام نہین |
| اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا، وَلَهُمْ اٰذَانٌ | لیتے، وہ آنکھین رکھتے ہین مگر ان سے نہین دیکھتے. |
| لَا يَسْمَعُونَ بِهَا، اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ | وہ کان رکھتے ہین مگر ان سے نہین سنتے، وہ |
| بَلْ هُمْ اَضَلُّ، اُولٰٓئِكَ هُمُ | جانورون کی طرح ہین بلکہ ان سے بھی گئے گذرے |
| الْغَافِلُوْنَ، (۷-۲۲) | وہ غفلت مین پڑے ہوئے ہین، |

اور یہی حالت ہی جس کے متعلق ایک دوسرے مقام پر کہا گیا ہے:-

| | |
|---|---|
| لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ | ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا تھا، |
| تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ، (۹۵-۱) | پھر اسے کمتر مخلوق کے درجہ سے بھی نیچے گرا دیا، |

اس اسفل سافلین کے درجہ مین گرنے سے جو چیز انسان کو بچاتی ہے، وہ وہی معبود حقیقی کا علم و عرفان ہے، جس کی سب سے زیادہ مضبوط اور یقینی حالت کا نام "ایمان" رکھا گیا ہے، اور جس کے ساتھ ضروری ہے کہ انسان اس علم پر عمل یعنی صحیح طریقہ سے اس معبود کی عبادت بھی کرے، اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ، تب وہ اپنی تخلیق کے اصل مقصد کو پورا کریگا، اور اس منصب نیابت و خلافت کو پالیگا جس کے لیے خدا نے اسکو پیدا کیا ہے۔

اب ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہین جہان عبادت کا صحیح اور مکمل مفہوم واضح طور پر ہمارے سامنے آجاتا ہے، اوپر جو کچھ کہا گیا ہے، اس کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ عبادت کے اجزا معنوی دو ہین جنکی ترکیب سے عبادت کا مفہوم مکمل ہوتا ہے، ایک بندگی یعنی قانون فطرت کی ٹھیک ٹھیک پیروی اور اسکی خلاف ورزی سے



اجتناب، دوسرے پرستش، جو اپنی تکمیل کے لیے دو چیزون کی محتاج ہے،

ایک یہ کہ انسان اپنے وجدان صحیح اور عقل سلیم سے کام لیکر اپنے حقیقی معبود کا علم و عرفان حاصل کرے اور اس پر پوری مضبوطی کے ساتھ جم جائے، اس کے معنی صرف یہی نہین ہین کہ وہ خدا کے ہونے اور اس کے قابل پرستش ہونے پر یقین کامل رکھے، بلکہ اس اعتقاد کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لیے یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہی کہ خدا کے سوا کوئی نفع و ضرر پہنچانے والا، رزق دینے اور پالنے والا، حفاظت اور خبرگیری، اور نصرت و امداد کرنے والا، اور اس کارگاہ عالم کو چلانے والا نہین ہی، لہذا اگر کوئی خوف اور ڈر، محبت و رغبت، اعتماد و توکل کے قابل ہے تو وہ خدا ہی ہے، اور یہ کہ خدا ہر وقت اپنے بندے کو دیکھتا اور اسکی ظاہر و پوشیدہ تمام حرکات سے باخبر رہتا ہے، اور وہ ایک دن ضرور اس کے تمام اعمال کا حساب لیگا، اس اعتقاد و یقین کا نام "ایمان" ہے، اور یہ خدا پرستی کی بنیاد ہی جس کے بغیر پرستش مین خلوص، یکسوئی، توجہ اور خشوع حاصل ہونا محال ہے،

دوسرے یہ کہ انسان خدا کے احکام کی پوری پوری اطاعت کرے، یعنی جن افعال کو خدا نے حرام، ممنوع اور مذموم قرار دیا ہے ان سے پرہیز کرے، جن افعال کی اس نے اجازت دی ہے انھی کے دائرے مین اپنے عمل کو محدود رکھے، اور جن افعال کو اس پر فرض اور لازم قرار دیا ہے ان کو پابندی کیساتھ بجا لائے، اسکا نام "عمل صالح" ہے،

ان دونون عناصر کی آمیزش سے پرستش کی تکمیل ہوتی ہے، اور بندگی و پرستش کے امتزاج سے وہ عبادت مکمل ہوتی ہی جس سے انسان کو ساری کائنات پر شرف حاصل ہوتا ہے اور دنیوی زندگی مین اسکی بدولت غایت درجہ کی کامیابی یعنی خدا کی خلافت و نیابت نصیب ہوتی ہے، اور آخرت مین انتہا درجہ کی فلاح یعنی خدا کی خوشنودی میسر آتی ہے جو سراسر لذت و نعمت ہے،

| | |
|---|---|
| وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ | تم مین سے جو لوگ ایمان لائے ہین اور جنھون |
| عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ | نے عمل صالح کیا ہے، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے |

فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔

(۲۴-۷)

کہ ضرور ان کو زمین مین اپنا خلیفہ بنائیگا جسطرح ان سے پہلے ایسے ہی لوگون کو بنا چکا ہے اور جس دین کو خدا نے ان کے لیے پسند کیا ہے اسے مضبوطی کیساتھ قائم کریگا، اور ان کو خوف کے بدلے امن عطا کریگا، بس وہ میری عبادت کرین اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرین،

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ، (۲۴-۷)

مومنون کو جب خدا اور اس کے رسول کیطرف بلایا جاتا ہے، تا کہ ان کے درمیان حکم کرے، تو وہ کہتے ہین کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، یہی لوگ فلاح پانے والے ہین، اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کریگا اور اس سے ڈریگا اور اسکی ناخوشی سے پرہیز کریگا، تو ایسے ہی لوگ آخر کار کامیاب ہونگے،

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (۲۴-۵)

ایسے لوگ جنکو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہین کرتی، اور جو اس دن سے ڈرتے ہین جسمین دل الٹنے اور آنکھین پتھرا جانے کی نوبت آجائیگی، ان کے بہترین عمل کی جزا اللہ دیگا اور اپنے فضل سے ایسی جزا دیگا جو انکے عمل سے بڑھکر ہوگی

یہ وہ عبادت ہے جو تسبیح و مصلے، اور مسجد و خانقاہ تک محدود نہین ہے، بلکہ اس کا عالم اتنا وسیع ہے کہ ایک مومن اللہ کے قانون کی پیروی اور اسکی شریعت کے اتباع مین دین اور دنیا کا جو کام کرتا ہے وہ عبادت ہوتا ہے، حتی کہ بازارون مین اسکی خرید و فروخت، اور اپنے اہل و عیال مین اسکی معاشرت، اور اپنے خالص دنیوی کاروبار کے لیے اسکی تگ و دو بھی داخلِ عبادت ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ سب کچھ وہ اللہ کے خلیفہ اس کے نائب اس کے خاص نوکر کی حیثیت سے کرتا ہے،

اس خلافت، اس نوکری کا صحیح تصور ذہن نشین کرنے کے لیے ایک مرتبہ پھر حکومت کی مثال کی طرف رجوع کیجئے، دنیوی حکومتون مین ہم دیکھتے ہین کہ ان کے تابع فرمان دو قسم کے لوگ ہوا کرتے ہین، ایک رعیت جو عام ملکی قوانین کی پیروی کرتی ہے اور اس کے معاوضہ مین حکومت ان کو امن، اور معاش اور خوشحالی کے اسباب مہیا کرتی ہے، اور دوسرے رعیت ہی مین سے وہ مخصوص لوگ جنھین بادشاہ یا صاحب امر اپنی ملازمت مین رکھتا ہے اور وہ اس کے نائب کی حیثیت سے حکومت کی خدمات انجام دیتے، اور اس کے احکام ملک مین نافذ کرتے اور رعایا کی نگرانی و حفاظت کرتے ہین، یہ لوگ عام رعایا کے مقابلہ مین حکومت کے زیادہ مقرب ہوتے ہین، عام ملکی قوانین کے علاوہ ان کے لئے مخصوص ضوابط و احکام ہوا کرتے ہین جن کی انھین اطاعت کرنی پڑتی ہے، اور اس اطاعت اور بادشاہ یا صاحب امر کی وفاداری و رضاجوئی مین وہ جتنے زیادہ بڑھے ہوئے ہوتے ہین، اتنی ہی زیادہ بڑے مدارج انھین عطا کیے جاتے ہین، قریب قریب یہی حال ان لوگون کا ہے جنھین خدا کی خلافت و نیابت عطا کیجاتی ہے، ان لوگون کی دو حیثیتین ہین، ایک حیثیت تو بندہ ہونے کی ہے جسمین وہ عام بندون کی طرح قوانینِ فطرت کے تابع رہتے ہین، اور دوسری حیثیت خاص نوکر ہونے کی ہے جسمین انھین اللہ کے احکام یعنی اوامر و نواہی اور فرائض و واجبات کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرنی ہوتی ہے، اور خدا کی طرف سے ان کے سپرد یہ کام ہوتا ہے کہ اس کے بندون کی نگرانی و حفاظت کرین، اسکی زمین پر امن قائم کرین، اس کے احکام و اوامر کو نافذ کرین، اور اسکی رعایا کو سیدھی راہ دکھائین اور غلط راہ سے روکین،

| | |
|---|---|
| وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا | اس طرح ہم نے تم کو ایک بہترین عادل امت |
| لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ | بنایا، تاکہ تم دنیا کے لوگون پر نگران |
| يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲-۱۷) | رہو، اور رسول تم پر نگران رہے، |
| هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ | اس نے تمہارا نام اس سے پہلے بھی اور اس |
| وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا | کتاب مین بھی مُسلم (اطاعت گذار) رکھا |
| عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ | ہے، تاکہ تم پر رسول نگران رہے، اور |
| فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ | تم لوگون پر نگران رہو، پس نماز قائم |
| اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ (۲۲-۱۰) | کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ کے راستے پر جمے رہو |
| وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ | تم مین ایک گروہ ایسا رہنا چاہیے جو نیکی |
| اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ | کی طرف بلائے، نیکوکاری کا حکم دے، |
| وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳-۱۱) | اور بدکاری سے روکے، |
| اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ | یہ وہ لوگ ہین جن کو اگر ہم زمین مین طاقت |
| اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا | بخشین گے تو یہ نماز قائم کرین گے، زکوٰۃ |
| بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ | دینگے، نیکی کا حکم کرینگے اور بدی سے |
| (۲۲-۶) | روکین گے، |

یہ تمام اعمال یعنی نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، اللہ کے راستے پر ٹھیک ٹھیک چلنا، اس کی اطاعت گذاری کرنا، اس کے بندون کی نگرانی کرنا، نیکی کی دعوت دینا، بدی سے روکنا، اور عدل قائم کرنا، وہ خدمات ہین جو خدا کے خلیفہ، نائب، اور خاص ملازم ہونے کی حیثیت سے ان کے تفویض کیگئی ہین، اور ان خدمات کی انجام دہی کا نام عبادت ہے، ان مین سے جو شخص جتنی زیادہ تن دہی کے ساتھ یہ عبادت کرتا ہے، اور اپنے بادشاہ کی اطاعت، وفاداری، رضاجوئی، اور اس کی نافرمانی سے احتراز، اور اس کے غضب سے خوف کرنے مین جتنا زیادہ بڑھا ہوا ہوتا ہے، اسکو بادشاہ کی جناب مین اتنا ہی زیادہ تقرب حاصل ہوتا ہے، اتنا ہی بڑا عہدہ ملتا ہے، اور اسی قدر بڑا اجر عطا کیا جاتا ہے، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ خدا کے نزدیک تم مین سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، اور

| | |
|---|---|
| وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ | جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت |
| اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ | کرتا ہے اور اس سے ڈرتا اور اسکی نافرمانی |
| الْفَآئِزُوْنَ، (۲۴-۶) | سے پرہیز کرتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے، |

یہ ہے اس عبادت کی حقیقت جس کے متعلق آجکل لوگون نے سمجھ رکھا ہے کہ دنیا اور اس کے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہین ہے، اور وہ صرف نماز روزے اور تسبیح و تہلیل تک محدود ہے،

# تاریخ گجرات کا ایک ورق

## ولبھی راج کی تباہی

از

مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی سابق مدرس عربی و فارسی مہاودیالیہ احمد آباد

(۲)

اس عظیم الشان شہر کی ویرانی اور تباہی جو ڈھائی سو سال سے زیادہ عرصہ تک عروس البلاد بنا رہا، کیونکر ہوئی، یہ ایک راز سربستہ ہے جو ابھی تک لوگون کے نظرون سے پوشیدہ ہے،

اس کی تباہی کے متعلق دنت کتھا (داستان) کے طور پر مختلف روایات مشہور ہین کسی نے کہا کہ اسکی تباہی یا دشمن کے ذریعہ ہوئی، کوئی "ہن" کا نام لیتا ہے، اور کوئی کہتا ہے کہ یہ لوگ "کیتٹی" تھے، الیٹ صاحب نے بھی اس کے متعلق کوئی خاص نظریہ نہین پیش کیا، کچھ لوگ اس طرف بھی گئے ہین، کہ سندھ کے عربون نے اس کو ویران کر ڈالا، اور بعض تامر تپر (کتبہ) سے اس کی تصدیق کی کوشش بھی جاری ہے، مین ذیل مین پہلے ان داستانون کو تحریر کرتا ہون، پھر اس کے متعلق خاص بحث کرونگا، کہ یہ شہر کس عہد مین تباہ ہوا اور کسطرح ہوا،

جینی کتابون مین ہے کہ "ڈھنڈلی مل" ایک سادھو مع اپنے چیلے کے ولبھی پور آیا، اور شہر کے پاس اپنا استھان بنایا، چیلا شہر مین خیرات مانگنے گیا، مگر کسی نے کچھ نہ دیا، مجبوراً وہ جنگل مین جا کر لکڑیان کاٹ لایا، اور فروخت کر کے کچھ پیسے حاصل کئے، آخر ان پیسون سے آٹا خرید کر روٹی پکوانی چاہی تو لوگون نے اس سے بھی انکار کر دیا، آخر ایک کمہار کی بیوی نے روٹی پکا دی، وہ چیلا ایک زمانہ تک اسی طریقہ پر عمل پیرا رہا، آخر ایک دن



سادھو نے چیلے سے دریافت کیا کہ تیرے سر کے بال کیون گرنے لگے، اس نے اصل حقیقت بیان کی کہ روزانہ لکڑی سر پر اٹھانے سے بال گر رہے ہین، سادھو نے کہا کہ اچھا کل ہم خود جائین گے، چنانچہ وہ گیا، مگر سوا کمہار کے کسی نے کوئی خیرات نہ دی، اس سے سادھو کو بڑا غصہ آیا، اس نے کمہار سے کہلا بھیجا کہ تو اپنا خاندان لیکر یہان سے نکل جا کیونکہ اب یہ شہر ویران ہو جائیگا، مگر جاتے وقت تو پیچھے پھر کر نہ دیکھنا، چنانچہ کمہار چلا گیا، مگر جب بھاونگر کے پاس پہنچا، تو اس کی عورت نے پھر کر دیکھ لیا، جس سے وہ اسی وقت پتھر کی ہو گئی، لوگون نے اس کا نام "رودا پوری" نام رکھا، اور پھر سادھو نے بقال کا ایک برتن لیکر اوندھا دیا، اور کہا کہ شہر اسی طرح اوندھا جائے اور اس کی دولت مٹی ہو جائے، چنانچہ ولبھی پور اسی وقت تباہ ہو گیا، اس کہانی سے خوش اعتقادی کو الگ کر کے مندرجۂ ذیل باتین معلوم ہوتی ہین،

(۱) جینی راوی نے اس سادھو کے جمت کار (کرامات) جس آب و تاب سے بیان کئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سادھو جینی تھا، (۲) یہ کہ ولبھی پور کی کثیر آبادی بودھ تھی کیونکہ صرف اس عہد مین نہین بلکہ مسلمانون کے عہد تک سندھ اور گجرات کی غالب آبادی کے بدھ ہونے کا ثبوت عرب سیاحون کے سفرنامون سے ملتا ہے (۳) یہ کہ بدھ اور جینیون مین سخت عداوت تھی، اور ایک دوسرے کے ساتھ مذہبی جنگ برپا تھی کیونکہ ولبھی کے باشندے مالدار اور فیاض تھے، یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک سادھو اس طرح بے آب و دانہ اس جگہ قیام کرے اور لوگون کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور ایک وقت کا کھانا بھی اس کو میسر نہ آئے، یہ واقعہ صرف اس صورت مین ہو سکتا ہے کہ سادھو جینی ہو اور ولبھی پور کے بودھون کے تعلقات جینیون سے کشیدہ ہون (۴) وہ کمہار غالباً نیچ ذات کا ہوگا، (۵) جس مقام پر رہتا تھا وہ یا تو ولبھی پور کا کوئی آخری محلہ ہوگا، یا قریب ترین گاؤن (۶) غالباً اس محلہ یا گاؤن کا نام "رودا پور" ہوگا،

اب دوسری کہانی ملاحظہ ہو جو عام گجراتی تاریخون مین موجود ہے اور تقریباً ہر ہندو مصنف نے درج کی ہے، ولبھی پور مین ایک شخص "کاکو" نامی بڑا دولتمند بنیا تھا، ولبھی پور کے بڑے بڑے مکانات اس کے

مقبوضہ تھے، کاکو کی ایک لڑکی تھی جس کے پاس ہیرے کی (یا ہیرے والی) کنگھی تھی، راجہ کی لڑکی کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے اس کنگھی کو طلب کیا، کاکو کی لڑکی نے دینے سے انکار کر دیا، جس کا راجکماری کو سخت ملال ہوا اور اس نے اپنے باپ سے اس کی شکایت کی، راجہ نے کاکو سے خود طلب کیا، مگر اس نے بھی دینے سے صاف انکار کر دیا، اس بات سے راجہ کو بڑا غصہ آیا اور اس نے سپاہی بھیجکر جبراً چھین لیا، کاکو اپنی اس ذلت کو برداشت نہ کر سکا، اور اس ظلم کا بدلہ لینے کا اس نے مستحکم فیصلہ کر لیا، چنانچہ وہ ایک بڑی رقم نذرانہ دیکر پردیسی لشکر لے آیا، جس نے وبھی پور کو لوٹ لیا، اور راج کو تباہ کر دیا،

یہ کاکو غالباً بودھ تھا، کیونکہ اس ملک مین بڑے بڑے تاجر اور دولتمند بدھ ہوتے چلے آئے ہین اور عموماً وبھی پور کے آخری فرمانروا بودھ تھے، اس لیے ممکن ہے کہ اس قصہ مین بھی مذہبی جذبہ کارفرما ہو،

ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب مین اس کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہے، لوگ ایسا بیان کرتے ہین کہ ایک آدمی جو سدھ کے درجہ تک پہنچ گیا تھا، اس نے بعض چرواہون سے دریافت کیا کہ تم نے ایک بوٹی جسکو "توہر" کہتے ہین دیکھی ہے، اس کی شناخت یہ ہے کہ جب اسکو توڑ دتو بجاے سفید دودھ کے خون نکلے" اس نے جواب دیا کہ "ہان دیکھا ہے" اس آدمی نے اس چرواہے کو کچھ انعام دیا تو اس نے اس جڑی کو پہنچوا دیا، تب اس سدھ نے ایک گڈھا کھود کر آگ روشن کی اور جب آگ خوب تیز ہو گئی تو اس آدمی نے چرواہے کے کتے کو پکڑ کر آگ مین ڈال دیا، اس سے چرواہے کو بڑا غصہ آیا، اور اس چرواہے نے اس سدھ کو پکڑ کر آگ مین ڈھکیل دیا، آگ ٹھنڈی ہونے تک اس نے انتظار کیا، سرد ہونے کے بعد دیکھتا ہے کہ دونون سونے کے ہو گئے ہین، اس نے اپنا کتا اٹھا لیا اور آدمی کو اسی جگہ چھوڑ دیا، اتفاق سے ایک دیہاتی اس طرف سے گذرا اس نے اس کی ایک انگلی کاٹ لی اور ایک بنیا (بقال) کے پاس جسکا نام رنک (یعنی غریب یا فقیر) تھا، جاکر فروخت کی، اور اپنی ضروریات کی چیزین خرید کر واپس آگیا، دوسرے دن پھر پہنچا تو دیکھتا ہے کہ اس آدمی کی انگلی آگ کر برابر ہو گئی ہے، اس نے پھر کاٹ کو بقال مذکور کو دی، اور



ضروری چیزین خریدین اس طرح وہ روزانہ کرتا، یہانتک کہ بقال نے اس سے اصل حقیقت معلوم کر لی اور اس دیہاتی نے بھی سادہ لوحی سے اصل حال سے آگاہ کر دیا، یہانتک کہ بقال نے اس سونے کے انسان کو اس جگہ سے اپنے گھر منتقل کر لیا، جس سے وہ بڑا دولتمند ہو گیا، اور شہر کے مکانون کا بڑا حصہ اسکی ملکیت مین آگیا، جب اس کی دولتمندی کا شہرہ وبھی راجہ کے کانون تک پہنچا تو اس بقال سے اس دولت کا مطالبہ کیا، بقال نے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا، لیکن بقال کے دل مین خوف پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ راجہ موقع دیکھکر انتقام لے اس لیے والی منصورہ (سندھ کا پایہ تخت جو ویران ہو گیا، اور اسکی جگہ ٹھٹھہ آباد ہے) سے اس نے مدد طلب کی اور بہت کچھ دولت خرچ کر کے بحری بیڑا بھیجنے کی استدعا کی، چنانچہ منصورہ سے بحری بیڑا آیا، اور رات کو اس نے شب خون مارا جس مین ولبھ رائے مارا گیا، شہر لوٹ لیا گیا، قوم تباہ ہو گئی،

اس تحریر کے متعلق مندرجہ ذیل باتین قابلِ غور ہین،

(۱) بیرونی نے اس حکایت کی ابتدا اس طرح کی ہے کہ لوگ ایسا بیان کرتے ہین جس سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ خود اس کو بھی اس پر یقین نہین ہے، اور سدھ کے سونا بنانے کا جو واقعہ اس نے درج کیا ہے وہ خود بھی عجیب غریب اور ناقابل قبول ہے، (۲) اس تحریر مین ولبھ رائے کا نام درج نہین جس سے معلوم ہوتا کہ یہ کس عہد کا واقعہ ہے، (۳) کوئی سنہ بھی اس نے درج نہین کیا ہے (۴) اور نہ والی سندھ کا نام دیا ہے اور نہ والی منصورہ ہی کا نام لکھا ہے، جس کی طرف وبھی پور کی تباہی منسوب ہے، ایسی صورت مین اس واقعہ کا صحیح طور پر پتہ لگانا بے حد دشوار ہے،

لیکن ان سے ماورا بعض ہندو مورخین، عمر بن جمل کا نام حملہ آور کی حیثیت سے لیتے ہین، اور اسی پر تفصیلی نگاہ ڈالنی ہے، لیکن قبل اس کے اس بحث کو چھیڑا جاے مین مناسب سمجھتا ہون کہ پہلے عربون کے ان تمام حملون کا ذکر کر دون جو گجرات پر ہوئے ہین،

---

[1] کتاب الہند بیرونی صفحہ ۹۴ مطبوعہ یورپ،

گجرات پر عربون کا سب سے پہلا حملہ ۱۵ھ ۶۳۶ء مین تھانہ پر ہوا، اس وقت ولبھی راجون مین سے دھروسین دوم (۶۳۲ء) تخت نشین تھا، اس کے کچھ دنون بعد پھر بھروچ پر حملہ ہوا، اس وقت بھروچ مین تو گوجرون کا راج تھا، مگر پولکیشی دوم (دکنی چالوکیہ) جیسا کہ ویجاپور کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے[1]، اس تمام جنوبی گجرات پر شہنشاہی کر رہا تھا، بھروچ کا گوجر راجہ "دد" دوم (۶۳۳ء) نامی تھا، ۹۳ھ ۷۱۱ء مین محمد بن قاسم نے سندھ فتح کر لیا، اور تکمیل انتظام کرنے کے بعد بھیلمان کی طرف رُخ کیا، اور یہان کے لوگون نے بغیر جنگ کے اطاعت مان لی[2]، اس کے بعد ہی محمد بن قاسم عرب واپس بلا لیا گیا، اس وقت شمالی گجرات (ولبھی پور) پر شیلادت چہارم (۶۹۱ء ۷۲۲ء) اور بھروچ پر جے بھٹ سوم (۷۳۵ء) اور جنوبی گجرات پر چالوکیہ مین سے دنیادت منگل راج (۷۳۱ء) حکمرانی کر رہے تھے، محمد بن قاسم کے جانے کے بعد جو گورنر آئے وہ خانہ جنگی مین اس طرح مبتلا رہے کہ نہ وہ صرف بھیلمان بلکہ خود سندھ کو بھی سنبھال نہیں سکے، اور سندھ کے متعدد ضلعے عربون کے ہاتھون سے نکل گئے، ۱۰۷ھ ۷۲۶ء مین جنید سندھ کا گورنر ہو کر آیا، اس نے سندھ کا انتظام کر کے اپنے ماتحتون کو ساتھ لیا، اور گجرات پر حملہ آوری کے لیے روانہ ہو گیا اور اس سے پہلے "چھوٹے دن" کو طے کر کے مرمد آیا، پھر یہان سے مانڈل (ویرم گاؤن کے پاس) پہنچا اور یہان سے چلکر "دھنیج" جا اُترا (جو رادھن پور اور پنجاسر کے پاس ہے اور آجکل ایک چھوٹا سا گاؤن رہ گیا ہے) پھر یہان سے سیدھا بھروچ پر حملہ آور ہوا، بھروچ سے حبیب نامی ایک جنرل نے سیدھے اُجین (مالوہ) کا راستہ لیا، اس کو فتح کر کے "بہر یمد" اور پھر بھیلمان پہنچکر گوجرون کو مطیع کرتا ہوا سندھ واپس چلا گیا[3]، اس وقت ولبھی پور کے تخت پر شیلادت پنجم (۷۲۲ء) اور بھروچ مین جے بھٹ سوم (۷۳۵ء) راج کر رہے تھے، اور جنوبی گجرات مین چالوکیہ خاندان کا تیسرا راجہ دنیادت منگل راج (۷۳۱ء) بر سر حکومت تھا، اور دکن مین ایک جدید طاقت پیدا ہو چکی تھی، اب سندھ کے گورنر جنید کے مفتوحہ مقامات پر نظر ثانی کرو، ان مین سے ایک مقام "مرمد" اور دوسرا "بہری مد" ہے جن کا صحیح پتہ نہین چلا کہ اصلی

[1] پراچین اتہاس فصل چالوکیہ [2] بلاذری فتح سندھ مطبوعہ مصر ۴۳۸ [3] ایضاً،



نام کیا تھا، تاہم ہمکو اس قدر معلوم ہے کہ اس کی جائے وقوع کیا ہے، کیونکہ جنید سندھ سے جب چلا ہے تو سب سے پہلے "مرمد" مین آیا، اور پھر مانڈل جو ویرم گام کے پاس ہے، اس لیے نقشہ کے دیکھنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے، کہ "مرمد" غالباً "چھوٹے دن" سے قریب تر کوئی جگہ ہے، جہان دم لینے کے لیے عربون نے پہلا پڑاؤ ڈالا، پھر اُجین (مالوہ) سے چل کر "بہری مد" ہوتے ہوئے بھیلمان پہنچے تو معلوم ہوا کہ "بہر یمد" مالوہ اور بھیلمان کے درمیان ہے،

اس عہد کے سیاسی حالات پر ایک نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو گجرات مین مختلف حکومتین تھین لیکن اس وقت ان سب پر شہنشاہی دکنی سولنکی کی تھی، جنکی سرحدین سندھ سے ملی تھین، چونکہ سولنکی خاندان عروج پر تھا، اس لیے ہر طرف اس کی دھاک بیٹھی تھی، بھروچ کے گوجر، جنوبی گجرات کے چالوکیہ ان کے ماتحت تھے، چونکہ سندھ اور گجرات کی سرحدین ملی ہوئی تھین، اسلئے اغلب یہ ہے کہ کسی سرحدی تنازع سے اس کی ابتدا ہوئی ہوگی اور آخر صورت جنگ کی پیدا ہو گئی، جیسا کہ خود سندھ کے راجاؤن کے ساتھ اسی قسم کا معاملہ پیش آچکا تھا[1]، اور یہ جنگ چونکہ صرف سولنکی کے خلاف تھی اس لئے ہم دیکھتے ہین کہ جنید نے صرف انھین لوگون سے جنگ کی جو دشمن تھے یا معاون دشمن، پس جنید سے پہلی جنگ مانڈل مین ہوئی، اور دوسرا معرکہ دھنیج کے میدان مین ہوا، جہان پنجاسر کی پوری سولنکی طاقت پاش پاش ہو گئی، ادھر بھروچ ان کے ماتحت تھا، اس لیے ان کے پاس بڑے مددآئے ہونگے، اور جب جنید کو اس کی خبر لگی تو فوراً بھروچ پہنچا، اور ایک ہی جنگ مین اس کا بھی خاتمہ ہو گیا، پھر اسکو معلوم ہوا کہ اجین کے لوگ حملہ کی تیاری مین مصروف ہین، قبل اس کے کہ اجین والے ادھر آئین خود اس نے حملہ کر کے فتح کر لیا، ادھر فاتح اپنے ملک سے (سندھ) بہت دور نکل گئے تھے اور دشمنون نے دوسری طرف اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا یعنی بھیلمان مین گوجرون کا ایک بڑا مجمع ان کی روک تھام کے لیے موجود ہو گیا، جنید نے دیکھا کہ اب آگے بڑھنے مین خدشہ ہے، اور

[1] تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ حیدرآباد دکن،

بھیلمان مین گوجرون کی طاقت اگر جمع ہو گئی تو واپسی مین دشواری ہو گی اس لیے بڑی تیزی سے بھیلمان پہنچا اور گوجرون کی اس طاقت کو بھی فنا کرتا ہوا سندھ واپس چلا گیا، اس جنگ مین جنید نے چالیس کروڑ کا مال غنیمت حاصل کیا[1]، کاٹھیاواڑ اور گجرات کے مختلف سرحدی مقامات پر چوکی بٹھا دی، اور ان کی حفاظت کا بہترین انتظام کر گیا،

میرے اس بیان سے آپ کو معلوم ہو گا، کہ جنید نے صرف اُن سے جنگ کی جو اس کے دشمن یا دشمنون کے مددگار تھے، لیکن جو غیر جانبدار تھے، ان کو مطلق نہین چھیڑا چنانچہ سومناتھ پٹن ایک بڑی بندگاہ تھی وہان نہین گیا، کھنبائت بندر" بھڑوچ کے راستہ مین تھا، اس نے اس کو بھی نظر اٹھا کر نہین دیکھا، اور اسی لیے ولبھی پور بھی نہین گیا کہ شلادت راجہ غیر جانبدار تھا، ورنہ اگر جنید گیا ہوتا، تو وہ ایک ایسی جگہ تھی جس کا نام عرب مورخین ضرور لیتے عربی تاریخون مین چھوٹی چھوٹی جگہون کے نام موجود ہین، ولبھی پور جو بڑا دولتمند شہر تھا اس کو کس طرح بھول سکتے تھے، علاوہ ازین یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے بعد بھی شلادت ششم اور شلادت ہفتم ولبھی پور مین راج کرتے رہے ہین،

میرے اس قول کی تائید اس کتبہ سے بھی ہوتی ہے جو چالوکیہ راجہ کے عہد کا نوساری سے دستیاب ہوا ہے، چنانچہ پول کیشی جناشر کے عہد کا ایک کتبہ ہے جسمین تحریر ہے کہ "عرب لشکر نے سندھ، کچھ، سوراشٹھ، چاوڑا، موریا (مارواڑ) اور بھیلمان کی سلطنت کو حیران کیا" یہ کتبہ [illegible] شکہ (۷۳۹ء) (بعہد پول کیشی) کا ہی گویا اصل واقعہ سے دس بارہ برس بعد کا ہے، اس کتبہ مین بھی کچھ، چاوڑا، موریا، بھیلمان کا ذکر ہے مگر ولبھی پور کا کوئی ذکر نہین ہے، اگرچہ سوراشٹھ کا نام لیا گیا ہے، مگر اس سے ولبھی سلطنت مراد نہین لیجا سکتی، کیونکہ ولبھی پور کوئی غیر معروف مقام نہ تھا کہ اس کے بجائے کوئی معروف جگہ سوراشٹھ کے نام سے تحریر کی جاتی،

اس مین کوئی شبہ نہین کہ جب کوئی لشکر کسی ملک پر حملہ آور ہوتا ہے تو اس ملک مین بدامنی پھیل

[1] ابن خلدون صفحہ ۲۹۰ جلد پنجم اُردو،

جاتی ہے، مخلوق حیران ہو جاتی ہے ہزارون فرزندانِ وطن تہ تیغ کیے جاتے ہین، عرب حملہ مین بھی یہ سب باتین ہوئی ہونگی، لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس حملہ سے ملک کو کثیر فوائد بھی پہنچے، اول پنجاسر کی سولنکی طاقت فنا ہو جانے سے چاوڑا خاندان کو بہتر موقع ملا کہ اپنی موروثی سلطنت پر قابض ہو جائے، چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ کچھ ہی دنون کے بعد بن راج چاوڑا ایک مستحکم سلطنت کا بانی ہو رہا ہے، دوم یہ کہ جنوبی گجرات مین جو طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی اور بھڑوچ، نادوت، بڑودہ، نوساری، وغیرہ مین چھوٹے چھوٹے راجے سلطنت کر رہے تھے، ان کی طاقت آہستہ آہستہ کم ہونے لگی، اور کچھ ہی دنون کے بعد یہ سلطنتین فنا ہو کر ایک متحدہ طاقت کیساتھ وابستہ ہو گئین،

**حملہ عمر بن جمل**

اسکے بعد تقریباً تیس برس تک عربون نے گجرات کی طرف رخ نہین کیا، پھر جب خلیفہ منصور عباسی کے عہد (۱۴۲ھ / ۷۵۹ء) مین ہشام سندھ کا گورنر ہو کر آیا، تو گجرات پر ایک حملہ ہوتا ہے اور یہی حملہ ہماری بحث کا موضوع ہے یہ حملہ اسی عمر بن جمل کی سرکردگی مین انجام پایا، عمر بن جمل کو گجرات کے طرف بھیجا، عمر جہازون کا ایک بیڑا لیکر باربڈ (بھاڑبھوت متصل بھڑوچ) پہنچا، اور غالباً اس وقت اس کو کچھ زیادہ کامیابی نہین ہوئی، اس لیے جلد واپس چلا گیا، اور جدید تیاری کے بعد جہازون کا ایک بڑا بیڑا لیکر گندھار بندر (ضلع بھڑوچ) پر آپڑا اور فتح کر کے کچھ دنون اس نے یہان قیام کیا، یہان بدھون کا ایک دھار (معبد) تھا اس کی جگہ ایک مسجد تعمیر کی، مورخ بلاذری[1] کی اصل عبارت یہ ہے،

| عربی | اردو |
| --- | --- |
| ووجہ عمر بن جمل فی بوارج | عمر بن جمل جہازون کے ذریعہ بھاڑبھوت پہنچا |
| الی باربد . . . . . . . . واتی | . . . . . . اور پھر گندھار جہاز لیکر آیا اور اسکو |
| القندھار فی السفن ففتحہا، و | فتح کیا، اور بت کو توڑ کر مسجد بنایا، |
| ھدم البُدّ وبنیٰ موضعہ مسجداً | " " " " |

[1] بلاذری صفحہ ۴۴۵ مطبوعہ لنڈن،

یہ وہ زمانہ ہے کہ بھڑوچ مین گوجرون کی حکومت ختم ہو چکی تھی، خاندان راشٹ کوٹ نے ان کو مار کر راج پیپلہ مین پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا، اور جنوبی گجرات مین چالوکیہ خاندان بھی برباد ہو چکا تھا، اور ان کی جگہ جنوبی گجرات مین راشٹ کوٹ کی حکومت تھی، اور دنتی درگ (۷۵۳ء) اس عہد کا راجہ تھا، اور شمالی گجرات مین بن راج چاوڑا کا (سنہ ۷۴۶ء [illegible]) ابتدائی دور تھا، اور ولبھی پور مین شلادت ششم (سنہ [illegible]ء) موجود تھا، اور پھر اس کے بعد بھی شلادت ہفتم کو (سنہ ۷۶۶ء) اسی ولبھی پور مین راج کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہین، اس لیے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ولبھی پور کو اس حملہ سے کچھ نقصان نہین پہنچا، بلکہ جو کچھ نقصان ہوا وہ راشٹ کوٹ کا ہوا، میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ حملہ محض تنبیہی طور پر تھا، جو ساحل بھڑوچ کے تاجر کی شکایت پر کیا گیا تھا، کیونکہ جدید حکومت نے تاجرون کے ساتھ وہ سلوک مرعی نہین رکھا ہوگا، جو روایات قدیم کے طور پر عرصہ سے ان کے ساتھ برتا جاتا تھا، اور جب دوران قیام گندھار مین حکومت اور عربون کے درمیان متنازعہ مسئلہ کا تصفیہ ہو گیا تو پھر واپس چلے گئے،

اس کے بعد تقریباً بیس برس تک عرب تاجرون کو یہان کی حکومت سے کوئی شکایت نہین ہوئی اور اسی لیے عرب و گجرات کے تعلقات مین کسی قسم کی کشیدگی کا پتہ نہین ملتا، البتہ خلیفہ مہدی عباسی کے عہد مین عبد الملک (سنہ ۱۵۹ھ ۷۷۵ء) نے پھر گجرات پر حملہ کی تیاری شروع کر دی، وہ اسی سنہ مین ایک بڑا بحری بیڑا لیکر روانہ ہوا، اور سنہ ۱۶۰ھ (۷۷۶ء) مین بھاڑبھوت پہنچا، بھاڑبھوت بھڑوچ سے سات میل مغرب کے جانب ایک کچی بندرگاہ تھی، جہان جہاز سمندر کے مد و جزر کے ساتھ آتے جاتے تھے، عبد الملک نے اس بندرگاہ پر قبضہ کر کے کچھ دنون قیام کیا، یہان تقریباً اٹھارہ سال کے بعد ایک میلہ لگا کرتا تھا، کچھ موسم اور کچھ لوگون کی کثرت کے سبب عموماً وبائی امراض پھیل جاتے تھے، اتفاق وقت سے اس وقت بھی یہی صورت پیش آئی عرب فوجون مین یہ بیماری بڑے زور سے پھیلی اور ایک ہزار آدمی مر گئے، اور اسی جگہ یہ مدفون ہوئے، اور اسی لیے جلد یہان سے واپس چلے گئے[۱]،

[۱] ابن خلدون صفحہ ۲۲۹ جلد ششم مطبوعہ [illegible] آباد،



اس وقت مشرقی شمالی گجرات پر بن راج چاوڑا حاکم تھا، اور جنوبی گجرات پر راشٹ کوٹ خاندان کا کرشن یا گوبند (سنہ ۷۶۵ء، ۷۹۵ء) کی حکمرانی تھی، کرشن کے ایک کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کے لوگون نے بغاوت کر دی تھی، اور خاندانی نزاع جو تخت حاصل کرنے کے لیے بعض شہزادون نے شروع کی تھی اس سے بدامنی پیدا ہو گئی، اور اس لیے کرشن کو بغاوت فرو کر کے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ مین لینی پڑی، غالباً اس بغاوت اور بدامنی کے عہد مین عرب تاجر لٹے اور پریشان کئے گئے جس کے تدارک کے لیے عبد الملک کو فوج لیکر آنا پڑا، لیکن ہم دیکھتے ہین کہ اس حملہ مین بھی ولبھی پور کا ذکر نہین ہے، عرب بھڑوچ کے علاقہ مین اترے اور پھر وہین سے واپس ہو گئے،

بعض گجراتی تاریخون مین لکھا ہے (جو انگریزی تاریخ سے منقول ہے) کہ عرب نے "برڈ" پر حملہ کیا اور بیماری پھیل جانے سے واپس ہو گئے، پھر شک ظاہر کیا گیا ہے کہ شاید یہ "برڈ" "بلب" ہو جو ولبھی کا معرب ہے، لیکن یہ فقط ان کی غلط فہمی ہے، یہان اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ مقام جہان حملہ ہوا وہ بھاڑبھوت ہے، جو معرب ہو کر "باربد" ہو گیا، اور پھر انگریزون نے اس کو "برڈ" کر دیا، جس کو غلطی سے گجراتیون نے ولب سمجھ لیا، گجراتی تاریخون مین ولبھی پور کے متعلق سکون اور کتبون سے جو آخری سنہ بتایا گیا ہے، وہ سنہ ۷۶۶ء ہے، اسکے بعد سے ولبھی پور کے متعلق کچھ حال معلوم نہین ہوتا، اور اسی سے لوگ اسکو برباد شدہ سمجھنے لگے، اور میرٹل گزٹیر مین لکھا ہے کہ ولبھی پور کی تباہی سنہ ۷۷۰ء مین ہوئی، گویا ہشام کا حملہ مفروضہ سنہ تباہی کے چھ برس بعد کو ہوا یعنی ولبھی پور اس سے پہلے تباہ ہو چکا تھا، یہ عربون کا آخری حملہ تھا، اسکے بعد سے گجرات پر عربون کا پھر کوئی حملہ نہین ہوا،

میرے اس بیان سے ناظرین کو اس قدر تو معلوم ہو گیا کہ عربون نے ولبھی پور پر کبھی کوئی یورش نہین کی، اور اس کی تباہی کا تعلق عربون سے نہین ہے، پس یہ خیال قطعاً غلط ہے، ممکن ہے کہ مستقبل مین کوئی پختہ دلیل اس نظریہ کے متعلق ملجائے، اور اس وقت اس کو مان لینے مین کوئی عذر نہ ہوگا، مین یہ نہین

[۱] صفحہ ۱۵ مطبوعہ حیدر آباد،

کہ عربون سے ایسا ہونا ناممکن ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس وقت تک کوئی ایسی پختہ دلیل نہین ملی ہے جس سے اس کا ثبوت مل سکے،

اب رہا اصل مسئلہ کہ پھر کس طرح اس کی تباہی ہوئی، تو یہ ایک غور طلب بات ہے، جینی کہتے ہین کہ جینی سادھو کی بد دعا کا اثر ہے، بدھون کا خیال ہے کہ کاکو بقال جو بدھ تھا، اس نے کسی پردیسی کو بلاکر تباہ کرایا، اور تنازعہ کا سبب ہیرے کی کنگھی ہے، جو راجہ نے طلب کی اور اس نے نہ دی، بیرونی کا راوی کہتا ہے کہ "رنک" (نام تھا یا غریب ہونے کے سبب اس کو رنک کہتے تھے) بقال نے سونے کا انسان پایا تھا جس سے بڑا دولتمند ہو گیا تھا، راجہ نے جو شیو مذہب کا تھا، اس کی دولت مین طمع کی اور اس سے چھین لینا چاہا، تو اس نے منصورہ والون سے سازش کر کے رات کو بذریعہ شبخون تباہ کر دیا، پس راویون کے بیانات اس قدر مختلف ہین کہ ان کو مد نظر رکھکر کوئی صحیح فیصلہ کرنا ایک مورخ کے لیے بے حد دشوار ہے، لیکن پھر بھی بنظر غائر دیکھنے سے ایک بات کا تو صحیح طور سے پتہ چلتا ہے، کہ ولبھی پور کا خاتمہ آپس کی مذہبی جنگ کی بدولت ہوا، جینی اور بدھون کا تنازعہ بدھون کا وشنو والون سے جھگڑا، وشنو کا جینیون سے نفرت کرنا، جیسا کہ جینی و دیگر کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، یہ ایسی اہم باتین ہین جو کسی طرح نظر انداز نہین کیجا سکتی ہین، اسلیے اس کی تباہی کا اصل راز خود باہمی خانہ جنگی ہے، اور پھر جینی سادھو کی روایت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ شاید زلزلے سے بھی اس کی تباہی ہو سکتی ہے،

لیکن اگر ان تمام روایتون مین سے رنک بقال کا قصہ صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ دیکھنا پڑیگا کہ ۷۷۰ء کے آگے پیچھے کون سلطنتین ولبھی کے ہمعصر تھین اور کون کون ان کی دشمن تھین، چنانچہ اس عہد کی مختلف حکومتون اور ان کے حدود حکومت پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ شلادت ششم اور ہفتم کے عہد مین ولبھی سلطنت نہایت کمزور ہو گئی تھی اور نہایت چھوٹے سے رقبہ پر اس کی حکومت باقی رہگئی تھی، کیونکہ تمام جنوبی گجرات پر راشٹ کوٹ کا قبضہ تھا، شمال مشرق گجرات پر ۷۶۲ء تک (یعنی کاٹھیاواڑ اور کچھ کے) کلیانی راجہ



حکمران رہے اور اس کے بعد ہی ۷۳۵ء مین راجہ "پرم بھٹ ٹارک" نے اپنا لقب مہاراجہ ادھے راج رکھا ہے، ظاہر ہے کہ پرم بھٹ ٹارک نے کاٹھیاواڑ کے ایک بڑے حصے کو فتح کرنے کے بعد ہی یہ لقب اختیار کیا ہوگا، پھر تقریباً ۷۴۰ء سے ۷۴۶ء کے درمیان بن راج نے انہل واڑا کی مشہور سلطنت قائم کی اور ۷۶۵ء تک سلطنت کی توسیع مین مصروف رہا، پس ۷۵۰ء تک مین خصوصیت سے دو بڑھنے والی طاقتون کو ولبھی پور کے آس پاس ہم دیکھتے ہین ان مین سے ایک بن راج چاوڑا ہے، اور دوسری راشٹ کوٹ جو دکن سے فاتحانہ گجرات مین داخل ہوئے، اور دو گجراتی سلطنتون کے چراغ گل کر دیئے، اول نوساری کے گجراتی چالوکیہ جس کا آخری بادشاہ پول کیش جناشرے یا وجے راج تھا، دوم بھروچ کی گوجر سلطنت جس کا آخری بادشاہ جے بھٹ تھا، یہ دونون سلطنتین ۷۵۳ء تک تاراج ہو چکی تھین کہ اس کے بعد ہی اس خاندان کے تین اولوالعزم راجاؤن کے ہاتھ مین زمام سلطنت آتی ہے، ان مین سے اول کرشن (۷۶۵ء) ہے جسنے اندرونی تمام بغاوتون کو فرو کر کے سلطنت کو ہر طرح سے محفوظ کر دیا، اور اس کے بعد گوبند دوم اور پھر دھرو (۷۸۰ء) ہے، جسکی بہادری کا یہ عالم تھا کہ شمالی ہند مین الہ آباد تک دھاوا کرتا ہوا چلا گیا تھا، سوال یہ ہے کہ توسیع سلطنت کے لیے الہ آباد تک جو شخص دھاوا کر سکتا ہے وہ ولبھی کی ایک چھوٹی سی سلطنت کو تباہ کرنے مین کیون تامل کر سکتا،

اسلئے میرا خیال ہے کہ کاکو کا قصہ اگر صحیح ہے تو اس بقال نے اس گوبند کو یا "دھرو" کو بلایا تھا، یہ لوگ گجراتی نہ تھے بلکہ دکھنی تھے، جنکے لوٹ مار کے سبب گجراتی ہمیشہ ان سے نفرت کرتے رہے، اور بہت ممکن ہے کہ حملہ کے وقت راشٹ کوٹی فوج مین عرب بھی بحیثیت سپاہی یا سردار کے موجود ہون کیونکہ یہ بات تو محقق ہے کہ راشٹ کوٹ کے حکمران سندھی عرب کے حلیف تھے، اور ان کی فوجون مین بکثرت عرب موجود تھے، اور اسی لیے ان کی فوجی انتظام بالکل عرب جیسا تھا[1]، اور شاید اسی سے لوگون کو خیال پیدا ہوا ہوگا، کہ عربون نے اس کو تباہ کیا،

---

[1] سفرنامہ سلیمان بصری مطبوعہ پیرس،

# تلخیص و تبصرہ

## بودھ مذہب کی ایک قدیم یادگار پشاور میں

ہندستان مین صوبہ سرحد جہاں اسلام آج اس درجہ نمایان ہے، پہلی صدی سے چھٹی صدی عیسوی تک بودھ مذہب کا دوسرا ارض مقدس تھا، اور اپنے تقدس مین مگدھ کا حریف تھا، جو گوتم بودھ کی جائے پیدایش اور عرصۂ دراز تک ان کے پیام امن کی تبلیغ کا مرکز رہ چکا تھا، اور جو خطہ آج پشاور کا ضلع ہے، وہان اُن دنون گندھارا کی سلطنت تھی جہان بودھ مذہب کی ایک ہزار خانقاہین راہبون کی کثرت تعداد سے آباد تھین،

سلطنت گندھارا کا ذکر یونانی نیز برہمنون کی قدیم کتابون مین ملتا ہے، ۳۲۶ء قبل مسیح مین سکندر اس ملک سے گذرا تھا، اور گندھارا رانی گندھاری کی جائے پیدایش تھا، جو مہابھارت کے ہیرو شہزادگان کورو کی مان تھی، تاہم یہ معلوم کرنے کے لئے کہ بودھ مذہب کے عہد مین اس ملک کی کیا حالت تھی، ہمین اُن چینی سیاحون کے بیانات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، جو پانچوین اور چھٹی صدی عیسوی کے درمیان ہندوستان آکر یہان کے حالات قلمبند کرگئے ہین، ان مین زیادہ مشہور فاہیان (Fa-hian) اور سانگ یون (Song-yun) ہین، جو تقریباً ۴۰۰ء اور ۵۲۰ء مین گندھارا آئے تھے، لیکن ان دونون سے زیادہ مشہور ہیان سانگ (Hiuen-Tsang) ہے جو ۶۲۹ء سے ۶۴۵ء تک ہندوستان مین تھا، ہندوستان کے تین صدیون کے حالات اور بودھ مذہب کے متعدد مقامات کی شناخت کے لئے ہم انہی سیاحون کے صحیح بیانات کے رہین منت ہین، اُن کے سفرنامون سے جو چینی زبان مین تھے، مدت تک بالکل ناواقفیت رہی، لیکن انیسوین صدی کے وسط کے قریب یورپ کی مختلف زبانون مین ان کے ترجمے ہوگئے، فرانس مین فاہیان کے سفرنامہ کا ترجمہ ۱۸۳۶ء مین ہوچکا تھا، اور ہیان سیانگ کی سوانح عمری مع اُس کے سفرنامہ کے ۱۸۵۳ء مین پیرس مین شائع ہوگئی تھی، لیکن یہ کتابین اب مشکل سے دستیاب ہوتی ہین، انگریزی دان اشخاص کے لئے بیل (Beal) کا ترجمہ موجود ہے، جو ان تینون سیاحون کے حالات مین "مغربی دنیا کے حالات بودھ سیاحون کے قلم سے" "Buddhist Records of the western world" کے عنوان سے شائع ہوا ہے،

ان چینی سفرنامون کے شایع ہوجانے سے علمی حلقون مین اس موضوع سے متعلق نہایت گہری دلچسپی پیدا ہوگئی، ہندوستان کے علمائے سنسکرت نے اُن مقامات کے ہندوستانی نام دریافت کرنے کی کوشش کی جو صرف اپنے چینی نامون سے سفرنامون مین مذکور تھے، جغرافیہ دانون نے اُن راستون کا پتہ لگانا شروع کیا، جو ان سیاحون نے اختیار کئے تھے، اور مورخین ان تازہ معلومات کو ان واقعات سے تطبیق دینے لگے، جو پہلے سے معلوم شدہ تھے، پھر بھی کین ٹو وای (Kien-to-wei) اور کین ٹو لو (Kien-to-lo) سے پتہ نہین چلتا کہ یہ دونون نام گندھارا کے لئے استعمال کئے گئے ہین اگرچہ اس ملک کے پایۂ تخت کا نام جو چینی زبان مین پو لو شا پو لو (Po-lu-sha-pu-lo) لکھا ہوا ہے، ظاہر کرتا ہے کہ سنسکرت پوروشا پورا ہے، جسے البیرونی نے پرشاور لکھا ہے، جسے ابوالفضل پشاور لکھتا ہے، اور جو آج پشاور کہا جاتا ہے،

پشاور کے بیان مین تینون سیاح ایک عالی شان مینار کا ذکر کرتے ہین، جو شہر کے مشرقی جانب واقع تھا، یہ مینار کنشک کا تعمیر کردہ تھا، کنشک خاندان کشن کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مشہور تاجدار تھا، اس کی سلطنت چین کی مغربی سرحد سے پامیر تک اور ہندوستان مین بنارس تک پھیلی ہوئی تھی، ان سیاحون کے بیان کے مطابق موسم سرما مین اس کا دار السلطنت پشاور ہوتا تھا، اس کے سکے صوبہ سرحد پنجاب اور افغانستان مین کثرت سے پائے جاتے ہین، اُس کا زمانہ حکومت غالباً ۱۲۰ء سے شروع ہوتا ہے،

کشن عہد کے مینار ہندوستان مین اب بھی ملتے ہین، یہ مربع یا گول چبوترون پر ٹھوس گنبد کی شکل کے بنے ہوتے

ہیں برہما میں اس قسم کے مینار (Stupa) کو عموماً پیگوڈا (Pagoda) کہتے ہیں، نیپال میں انکا نام چیتیا (Chaitya) ہے، ہندوستان میں ٹوپ (Tope) اور سیلون میں ان کو ڈیگوبا (Dagoba) کہتے ہیں، کشن عہد کا ایک مینار اس وقت بھی درۂ خیبر میں علی مسجد کے پاس موجود ہے، دوسرا راولپنڈی سے تقریباً دس میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے، لیکن کنشک کا مشہور مینار جسے اُس نے پشاور میں تعمیر کرایا تھا، ان سیاحوں کی روایت کے مطابق اُن کشن میناروں سے بالکل مختلف تھا، جو آج بھی ہمیں دکھائی دیتے ہیں، یہ اپنی وضع و شکل کے اعتبار سے ہندوستان میں بے مثال تھا، فاہیان صرف اتنا بیان کر کے رہ جاتا ہے، کہ ہندوستان میں یہ سب سے زیادہ بلند مینار کہا جاتا ہے، لیکن سانگ یون اسکی بلندی اور جاہ و قوع کی نسبت زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے، اسکی غیر معمولی بلندی اور اہمیت کے متعلق فاہیان کے بیان کی تصدیق کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے، کہ اس پر تیرہ منزلیں لکڑی کی بنائی گئی تھیں، اور یہ سب نقش و نگار سے آراستہ تھیں، ساتویں منزل کے اوپر تیس فٹ اونچی لوہے کی ایک لاٹ تھی، اور اس پر ایک زبردست برجی بنی ہوئی تھی، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت یہ مینار تیار ہوا تھا، کنشک نے اسکی چھت پر سچے موتیوں کا ایک جال بچھا دیا تھا، لیکن جلد اس کو اس غلطی کا احساس ہو گیا، اور اوس نے اُن موتیوں کو ایک تانبے کے برتن میں رکھ کر مینار کے شمال مغرب سو قدم کے فاصلے پر زمین میں دفن کرا دیا، اور وہاں پتھر کی ایک تختی نصب کرا کے اُس پر یہ عبارت لکھوا دی :- "اگر کبھی یہ مینار گر جائے تو ایک پاکباز شخص کو سعی و کاوش کے بعد یہاں موتی مل سکتے ہیں، جنکی مدد سے وہ اسے ازسرِ نو تعمیر کرا سکتا ہے" اسمیں شبہ نہیں کہ اوسکی دوبارہ تعمیر کی ضرورت پیش آنے والی تھی، کیونکہ سانگ یون لکھتا ہے، کہ یہ مینار اسکی آمد سے قبل تین بار بجلی سے گر چکا تھا، اور ہیان سانگ جو سانگ یون سے ایک سو برس بعد اُسے دیکھنے آیا تھا، بیان کرتا ہے کہ جب وہ پہلی بار گندھارا آیا تو یہ مینار اس سے چند ہی روز قبل آگ سے برباد ہو چکا تھا، اور اوسکی ازسرِ نو تعمیر کی تیاریاں ہو رہی تھیں، بہرحال ہیان سانگ اس مقام کی پاکی پر زیادہ زور دیتا ہے، اور اس پیشینگوئی کو دہراتا ہے، جسے سانگ یون نے بھی لکھا ہے، یعنی مینار کے سات بار جلنے اور سات بار ازسرِ نو تعمیر ہونے کے بعد

بودھ مذہب ختم ہو جائے گا، نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوستان پر مسلمانوں کے حملوں سے پہلے یہ پیشینگوئی پوری ہو چکی تھی یا نہیں، لیکن اتنا یقینی ہے، کہ محمود غزنوی کے زمانہ میں یہ مینار موجود تھا، اور کنشک کے نام سے مشہور تھا، کیونکہ البیرونی سلاطینِ کابل کے ذکر میں لکھتا ہے "بادشاہوں کے سلسلہ میں ایک بادشاہ کنشک تھا، جسکے متعلق کہا جاتا ہے، کہ اوس نے پشاور کا مینار بنوایا، یہ مینار اُسکے نام پر کنشک چیتیا کہا جاتا ہے"

یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ اتنا عظیم الشان مینار اس طرح برباد ہو گیا کہ اوس کے تمام آثار صفحۂ ہستی سے بالکل مٹ گئے، اس میں شبہ نہیں کہ لکڑی کی تیرہ منزلیں آگ میں جل گئیں اور اسکی اینٹوں اور پتھر کو شہر کے باشندے اپنے مکانوں کی تعمیر کے لئے اٹھا لے گئے، ایک ہزار سال کی مدت کے بعد ایک ماہرِ اثریات کو جو چیزیں مل سکتی ہیں، وہ ان چھوٹے چھوٹے میناروں کی بنیادیں اور نشانات ہیں جو اس زبردست مینار کے قریب و جوار میں بنے ہوئے تھے یا گوتم بودھ کے وہ تبرکات ہیں جو کنشک نے اس مینار میں دفن کر دئے تھے، ماہرِ اثریات کتنا ہی پاکباز کیوں نہ ہو امید نہیں کہ وہ موتی اس کے ہاتھ لگیں، جو کنشک نے مینار کے قریب دفن کرا دئے تھے، کیونکہ اگر وہ مینار کے ازسرِ نو تعمیر میں صرف نہ ہو گئے ہوں گے، جب بھی اُن حملہ آوروں کی دستبرد سے نہ بچے ہوں گے، جو اس حصۂ ملک پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں، بہرحال ماہرینِ اثریات کے دلوں میں اُمید کا چراغ ہمیشہ روشن رہتا ہے، اور جوں ہی پرشاپورکا کا صحیح مقام معلوم کر لیا گیا، اوسی وقت ان لوگوں نے کنشک کا مینار دریافت کرنے کی کوشش شروع کر دی،

شہر پشاور کے باہر ایک میل سے کم فاصلہ پر لاہور دروازہ کے جنوب مشرق میں کچھ کھنڈر تھے، جو کسی نہایت قدیم عمارت کا پتہ دیتے تھے، اس کھنڈر میں پتھر جلی ہوئی اینٹیں، اور سیاہ مٹی کے ڈھیر تھے، عرصہ تک شہر کے لوگ اپنے مکانوں کے لئے ان میں سے پتھر وغیرہ اٹھا کر لیجایا کرتے تھے، اور قرب و جوار کے کاشتکار وہاں کی مٹی اپنے کھیتوں میں بجائے کھاد کے ڈالا کرتے تھے، ۱۸۷۵ء میں یہ کھنڈر جنہیں "شاہ جی کی ڈھیری" کہتے تھے، جنرل سر الکزانڈر کننگھم کی تحریک سے کھودے گئے، لیکن جو افسر اس کام پر متعین کیا گیا تھا، اوس نے کھدائی ختم کرنے کے بعد یہ رپورٹ بھیجی کہ اس مقام پر کسی بودھ مینار کے آثار نہیں معلوم ہوتے، اس کے بعد ۲۶ سال تک اس مینار کے متعلق کچھ

معلوم نہ ہوسکا، لیکن بیسوین صدی کی ابتدا مین فرانسیسی ماہر اثریات ایم۔ فوکے (M. Foucher) کا ایک مضمون شائع ہوا جس مین اوس نے جغرافیائی اور دوسرے اسباب کی بنا پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کنشک کے مشہور مینار کی بنیاد "شاہ جی کی ڈھیری" ہی مین ہوسکتی ہے، اس دعوی کے ثبوت کے لئے وہان کی زمین کو دوبارہ کھودنا ضروری تھا، اور ڈاکٹر اسپونر نے اپنے تقرر کے بعد ہی اس کام کو شروع کردیا،

شروع مین ڈاکٹر اسپونر کی کوششین کسی قدر مایوس کن ثابت ہوئین لیکن کچھ دنون کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ اُس جگہ بودھ مذہب کے زمانہ کی کوئی عمارت ضرور تھی، ڈاکٹر اسپونر نے دیوار کا ایک لمبا ٹکڑا اور ایسی بنیادین برآمد کرلین، جو بظاہر چھوٹے چھوٹے مینارون کی بنیادین معلوم ہوتی تھین، مارچ ۱۹۰۹ء تک اوس نے اوس چبوترے کے دو بازو برآمد کرلئے جس پر کبھی ہندوستان کا سب سے زیادہ بلند مینار کھڑا تھا، ان بازون کی مدد سے اُس چبوترے کا مرکز متعین کرلیا گیا، اور اسی مرکز پر کھودائی کا کام کئی روز تک نہایت جانفشانی کے ساتھ جاری رکھا گیا، یہان تک کہ تہ کی اصلی مٹی دکھائی دینے لگی، لیکن اب تک ان تبرکات کا کوئی سراغ نہ ملا، اب بظاہر کوئی امید باقی نہین رہ گئی تھی، لیکن ڈاکٹر اسپونر نے کھودائی جاری رکھی اور نہایت گہرائی تک زمین کھودائی گئی، آخرکار پتھر کی ایک سِل دکھائی دی، اُسے ہٹانے پر دھات کا ایک بوسیدہ لیکن مرصع صندوقچہ نظر آیا جس کے اوپر گوتم بودھ کا ایک بت جڑا ہوا تھا، پاس ہی دھات کی دو اور چھوٹی چھوٹی مورتیان تھین جو صندوقچہ کے اوپر کے حصے سے ٹوٹ کر علٰحدہ ہوگئی تھین اور وہین ایک چھوٹا سا تانبے کا سکہ بھی تھا، جب صندوقچہ اوٹھایا گیا، تو وہ اپنے پیندے سے علٰحدہ ہوگیا، اور اوس کے اندر کی چیزین دکھائی دینے لگین، اوس مین تراشے ہوئے بلور کا پیپے کی شکل کا ایک چھوٹا سا برتن تھا، جس کے سرے پر مٹی کی مہر لگی ہوئی تھی، اور اُس پر ہاتھی کی شکل بنی تھی، اس بلور کے برتن مین خاکستر کی ہوئی تین ہڈیان تھین، کیا یہی وہ تبرکات تھے جنھین کنشک نے اس مقام پر دفن کیا تھا؟ صندوقچہ کے اندر خروشتی خطوط مین چار کتبے ملے، جن سے اس خیال کی تصدیق ہوگئی، علاوہ برین صندوقچہ مین کنشک کا نام بھی لکھا ہوا تھا، اور اس کے نام کے حروف کے درمیان اوس کی ایک تصویر بھی تھی یہ تصویر بالکل ویسی ہی تھی



جیسی اوسکے سکون پر ہوا کرتی تھی، اور جیسی کہ اس سکہ پر بھی تھی جو صندوقچہ کے ساتھ پایا گیا تھا، (ببلی گرافکل)

"ع۔ ز۔"

## سلاطین ممالیک مصر کا چتر شاہی،

فارسی زبان کی قدیم قلمی کتابون مین جو تصویرین ہوتی ہین، اب ان کے ساتھ اہل یورپ کی دلچسپیان اس قدر بڑھ گئی ہین کہ ان تصویرون پر متعدد کتابین شائع ہوچکی ہین، اور اون سے فنی ذوق کے علاوہ تاریخ اسلام کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوسکتی ہین، مثلاً برٹش میوزیم مین دیوان نظامی کا جو قلمی نسخہ موجود ہے اوس کی متعدد تصویرین ایک رسالے مین شائع ہوئی ہین اور اونھی مین بارھوین صدی عیسوی کے ایک ایرانی بادشاہ کی تصویر ہے، جس سے شاہان ممالیک مصر کے بعض شاہی شعار نمایان ہوتے ہین یعنی ایک قبہ اور چڑیا جس کا ذکر ان بادشاہون کے شاہی جلوس کے ذکر مین اکثر آتا ہے،

اس تصویر کا منظر یہ ہے کہ سلطان سنجر عمدہ شاہی وضع مین گھوڑے پر سوار ہے، اور ایک سوار اس کے سر پر شاہی چتر جس پر سونے کی چڑیا ہے، لگائے ہوئے ہے، اور ایک بڑھیا اوس سے فوج کی مطلق العنانی کی شکایت کررہی ہے،

ایک اور تصویر مین بھی یہی منظر دکھلایا گیا ہے، لیکن اس مین چتر پر چڑیا کے عوض گیسند کی شکل ہے، اور بھی متعدد تصویرین ہین جن مین بادشاہ کے سر پر چتر تو ہے، لیکن اوس کے اوپر چڑیا نہین، افریقیہ اور مشرقی ممالک کے اور بہت سے مناظر اور متعدد تاریخی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے، کہ ان ممالک مین چتر ایک شاہی شعار خیال کیا جاتا تھا، صرف سلطان صلاح الدین اور اوس کے بعد ایوبی خاندان کے شاہان مصر کے حالات مین اس قسم کے شاہی ساز و سامان کا ذکر نہین آتا، اور غالباً یہ لوگ خلیفۂ بغداد کے حق مین اس ظاہری شان و شوکت سے دست بردار ہوگئے تھے، البتہ مصر مین خلفاے فاطمیین نے اس کو شاہی شعار مین داخل کرلیا تھا، اور مورخین نے اوس کا ذکر عربی لفظ "مظلہ" کے ساتھ کیا ہے، جو

اوس چیز کو کہتے ہین جس سے سر پر سایہ کیا جاتا ہے، چنانچہ ناصر خسرو نے خلیفہ مستنصر کے جلوس کا ذکر کیا ہے، جس مین اوس نے اوس کے سر پر چتر دیکھا تھا، مقریزی نے بھی خلیفہ عزیز کے زرین چتر کا تذکرہ کیا ہے، لیکن بظاہر اوس کے اوپر چڑیا نہ تھی، مقریزی نے مستنصر کے توشہ خانے کے اور بھی بہت سے چتر اور سونے چاندی کی چڑیوں کا ذکر کیا ہے، لیکن سونے کی چڑیون کا ذکر اس مین بھی نہین اسلئے اگر وہ موجود ہوتین تو وہ ان کو نظر انداز نہ کرتا،

لیکن سلاطین ممالیک کے زمانہ مین قبہ کے لئے چڑیا لازمی ہو گئی، کیونکہ اون کے تمام معاصر مورخین جب کسی مصری جلوس کا حال لکھتے ہین، تو اوس مین قبہ وطیر کا ذکر لازمی طور پر آتا ہے، چنانچہ ابن ایاس نے تقریبًا بارہ ۱۲ بادشاہون کا ذکر کیا ہے، جنہون نے قبہ وطیر کو اپنا شعار بنا لیا تھا، اور یہ تمام سلاطین اوس کے معاصر تھے،

مورخین نے "قبہ وطیر" کی حقیقت پر بھی بحث کی ہے، اور لین پول نے لکھا ہے، کہ وہ ایک چتر ہوتا ہے، جو زرد رنگ کے حریر سے بنایا جاتا ہے، اور اس پر سونے کے بیل بوٹے بنائے جاتے ہین، جس کے اوپر سونے کی ایک چڑیا سونے کے قبے پر بیٹھی ہوئی ہوتی ہے، ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے، کہ دلی مین بادشاہ چتر کے ذریعہ سے پہچانا جاتا ہے، جو اوس کے سر پر سایہ افگن رہتا ہے، مصر مین اسی کو "قبہ وطیر" کہتے ہین اور وہ صرف عید کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے، لیکن چین اور ہندوستان مین وہ سفر وحضر مین ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہتا ہے، لیکن وہ مصر کے سوا اور ہر جگہ اس کا ذکر چتر ہی کے نام سے کرتا ہے، چنانچہ ایک بادشاہ کے ذکر مین لکھتا ہے، کہ "اوس کے سر پر چتر سایہ افگن رہتا ہے" اور یہ حریر کے ایک قبہ سے مشابہ ہوتا ہے، جس کے اوپر باز کے برابر ایک سونے کی چڑیا ہوتی ہے، لیکن متعدد تصویرون سے معلوم ہوتا ہے کہ چڑیا اور باز درحقیقت مغلون کا شعار تھا، چنانچہ سلطان محمود غازان کے ایک مخطوطہ کی تصویر پر جب نگاہ پڑتی ہے، تو اوس کی صورت چتر کے مشابہ نظر آتی ہے، جس پر سونے یا سونے کے ملمع دھات کی چڑیا بیٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، اور یہ محسوس ہوتا ہے، کہ وہ باز یا شکرہ ہے، اس مرقع مین دو چتر اور بھی لپیٹے ہوئے ہین لیکن اون کے اوپر چڑیا نہین ہے، بلکہ گھوڑے کی دم ہے، جس کو مغل اور ترک بطور جھنڈے کے استعمال کرتے تھے، دوسرے مرقع ہین اور بھی ہین ہین، لیکن وہ سفید ہین، سیاہ نہین،

اوسکے علاوہ چنگیز خان اور ارغون خان کی اور تصویرون سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ وہ ایک چینی تخت پر بیٹھے ہوئے ہین، اور تخت کی پشت پر ایک چڑیا بیٹھی ہوئی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ مغلون نے باز کو ایک شاہی شعار بنا لیا تھا، اور مختلف تعلقات وقرابت کی بنا پر چونکہ سلاطین ممالیک کے عہد مین مغلون کی بہت سی باتون کا رواج مصر مین ہو چلا تھا، اس لئے اونھون نے چتر کے اوپر باز کو بھی ایک شاہی شعار بنا لیا،

ترکون کی تاریخ کے اور بھی بہت سے مخفی ماخذون سے معلوم ہوتا ہے، کہ قبائل دلقیور کے بادشاہ کا شعار باز تھا، اور یہی قبائل سلجوقیون اور عثمانیون کے آبا واجداد ہین،

"ع"

# اخبارِ علمیہ

## مفتاح الحدیث

رائل اکاڈمی آف سائنسز، ایمسٹرڈیم، کی طرف سے مستند احادیث کی ایک باقاعدہ فہرست لیڈن مین طبع ہونا شروع ہو گئی ہے، یہ کتاب تیس حصون مین ہو گی اور ہر سال تین حصے شائع کئے جائین گے، اسطرح پوری کتاب دس سال مین شائع ہو جائیگی، اس مفتاح مین بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، موطاء امام مالک اور مسند احمد ابن حنبل کی حدیثین حسب ذیل طریقہ پر جمع کر دی گئی ہین،

(۱) ان تمام الفاظ کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی جو کچھ بھی اہمیت رکھتے ہین، متن اور اس کتاب اور باب کے حوالہ کے ساتھ جسمین وہ الفاظ آئے ہین،

(۲) ان اعلام کی فہرست جو احادیث مین آئے ہین،

(۳) جغرافیائی نامون کی فہرست،

(۴) قرآن مجید کے اقتباسات کی فہرست،

تمام اقتباسات اور حوالہ جات عربی مین دیئے گئے ہین،

## ٹائپ رائٹنگ بذریعہ ٹیلیفون

حال کی ایجادون مین ایک نہایت عجیب اور مفید چیز ٹیلی ٹائپ رائٹر (TELETYPEWRITER) ہے



بھائی تمھاری شکایت بھی بیجا نہین، دار المصنفین ایک شخص کا نام نہین اور اگر ایک شخص کا نام بھی ہو تب بھی "شبلی مرحوم" مین ان کی تمام علمی ذریت شامل ہے، اور اب اسی طرح "سید سلیمان ندوی" مین سارا "دار المصنفین" اور تمام ندوۃ شامل ہے اور عزیزی مسعود ندوی کو اگر سلام بھی نہ جاتا تو شکایت کا موقعہ تھا، اب تو جب حضرت سلیمان (ثانی) کا تصور کرتا ہون، مسعود آصف نما پہلو بہ پہلو نظر آتے ہین، "عالم" ہمیشہ "بے عمل" ہوتے ہین، اسی لئے میری دیرینہ تمنا ایک "لٹریری سنڈیکیٹ" قایم کرنے کی ہے، جس مین اہل علم تصنیف کیا کرین اور ہم حاشیہ نشینان دار المصنفین اُن کی تصنیفات کے نشر و اعلان مین مدد دیا کرین، (تم خود "ندوی" ہو اور عالم اس لئے شاید "ہم" کی شرکت ناگوار خاطر گذرے مگر مین تمام "مبنجرون" کو اصحاب تصنیف سے زیادہ وقیع اور دنیا کے لئے زیادہ ضروری سمجھتا ہون، اور یہ دیکھکر خوش ہون کہ تم بھی ان حضرات کا ذکر معقول بے اعتنائی کے ساتھ کرتے ہو اور لکھتے ہو کہ "گو تصنیف کی زحمت جناب سید صاحب نے برداشت کی ہے" تاہم تمھارا حصہ اچھا خاصہ ہے، یہ لوگ تو محض پھول ہین، اگر ہم باد صبا کا کام نہ دین اور بوے چمن کو بیرون چمن نہ لیجائین تو مشام بلبل بھی عطر گل کی خوشبو سے مستفیض نہ ہو) یہان تک میری طرف سے معذرت تھی، اب بھائی کی معذرت سنئیے، برادرم، ہم دو آدمی کب ہین، کہ تم اس تفریق کو روا ہی نہین رکھتے ہو، بلکہ عدم تفریق کی شکایت کرتے ہو، کاش مین نے عربی پر اس قدر توجہ کی ہوتی جس قدر ایک غیر زبان پر ضایع کی، تو مجھے بھی سید سلیمان صاحب کی طرح سارے آسمان کے ستارون کے عربی نام یاد ہوتے، مگر چونکہ آپ لوگ انگریزی سے بھی بے بہرہ نہین ہین اس لئے تلاش کر کے بتا دین گے کہ کیسٹر (CASTOR) اور پولکس (POLLUX) ستارون کے عربی نام کیا ہین اور اگر نہ معلوم ہون گے تو دو منٹ مین سمجھ لو گے کہ ہمارے محور شاید کسی زمانہ مین علیحدہ رہے ہون (گو بھول گیا ستارون کے محور ہی کہان ہوتے ہین، قطب از جا نمی جنبد الخ کا مضمون ہی،) مگر اس ساڑھے چار برس کی قید فرنگ مین تو ہم توام ہو گئے ہین، اور سیام کے جڑوان بھائیون کی طرح نہ صرف ایک جان بلکہ ایک قالب بھی ہین، البتہ اس بار تہدید کی گئی تھی، کہ اگر آیندہ شرارت

کی، تو علیحدہ کر دیے جاؤگے، اور دو مختلف آسمانون کی فضا مین چکر لگانا، اور سارے ستارون کو گمراہ کرنا
پڑے گا، غالباً آسام اور برہما کی طرف اشارہ تھا، اور یہان بھی تفریق مکانی کی بعض کرمفرماؤن کو خواہش تھی
مگر یہ آرزو مقامی حکام کے باعث پوری نہ ہو سکی، اب اگر آپ اس تفریق کے متمنی ہین، تو بیشک شکایت بجا ہے
کہ دونون نے علیحدہ کچھ کیون نہین لکھا، ورنہ جس طرح تم اور سید صاحب ایک ہو، اسی طرح ہم بھی ایک
ہی ہین، ؎

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری،

رہا خوشی اور اطمینان کا معاملہ سو بھائی مین نے تو اوسی وقت کہدیا تھا جب ہمین بتایا گیا تھا کہ یہ خاص
رعایت ہے، کہ علیحدہ نہین کیے گئے، اور دور نہین بھیجے گئے، کہ ہم ہر وقت مشکوریت کے لئے تیار ہین، مگر شکایت کسی
حالت مین روا نہین سمجھتے، کیونکہ لا تحزن ان اللہ معنا کے بعد قید تنہائی ناممکن ہے، اور قرب و بعد مکانی
کا خیال فضول ہے جب اطلاع مل چکی ہے، کہ ان ارضی واسعۃ، ہان اگر کسی دوسرے خدا کی خدائی مین انتقال
مکانی ہوتا، تو البتہ تشویش ہوتی، مگر بحمد اللہ کہ ابھی تک اوسی خدا کی زمین پیرون کے نیچے ہے اور اوسی کا آسمان سر پر
آویزان ہی ہی نہین بلکہ ؎

رات دن چکر مین ہین سات آسمان،
ہو رہے گا، کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا،

عزیزم، معارف کی ذرہ نوازی کے مشکور ہین کہ پابندان اسلام کے سلسلہ مین ہم دنیا کے کتون کو بھی شامل
کر لیا، پھر جب تم بدرجہ اتم اون کے حالات سے واقف ہو، اور زلیخا سے زیادہ اوس یوسف کنعانی کو محبوب سمجھتے
ہو جس نے اس رسم قید کی بنا ڈالی، اور اوس کے لئے ماٹو تجویز فرمایا کہ رب السجن احب الی مما یدعوننی
الیہ تو پھر کس طرح کہہ سکتے ہو کہ ہم لوگ اس کو انتہائے مصیبت خیال کرتے ہین، عزیزم انتہائے مصیبت غداری

بے وفائی، بغاوت، نمک حرامی [illegible] تو محض حسن [illegible]، اور اس منعم حقیقی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس انتہائے مصیبت اور عذاب
الیم سے اوس نے اپنے ذرہ ناچیز اور ناکارہ بندون کو محفوظ و مصئون رکھا ہے، میرا ایک شعر ہے،

سر کش نہین، باغی نہین، غدار نہین ہم،
پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے،

اسی خیال کو بیٹے از "یاران مجلس" حسرت نے کیا خوب ادا کیا ہے، لکھتا ہے، ؎

بے وفائی مجھ کو کیا معلوم کہتے ہین کسے
وہ مرے سرکار مین اون کے فدائیون مین ہون

میری سرکار سے ہمیشہ روٹی کپڑا مجھ کو ملا، سانس لینے کو تازہ ہوا ملی، بچہ تھا اور دانت نہ تھے، تو دودھ
ملا، جبین نہ شکر ڈالنے کی ضرورت تھی نہ سوے اور چونے کے پانی کی آمیزش کی، بڑا ہوا تو ایک سے ایک بڑھ کر لذیذ
کھانے اور پینے کو ملے، پیدا ہوتے ہی نہین بلکہ پیدا ہونے سے بھی پہلے سے تنخواہ مقرر ہو گئی تھی، اور کبھی ناغہ نہین ہوئی
خدمت کیلئے نہ صرف نوکر چاکر، بلکہ مان باپ بھائی بہن، عزیز و اقارب ملے، بڑے بڑے اشراف، بڑے گھرانے والے
بڑے ناک والے، گو موت تک اوٹھانے کو موجود تھے بڑھنے لگا تو تعلیم و تربیت مفت ملی، جوان ہوا تو دن رات کی
صحبت کے لئے ایک حور جنت کے لئے احکام جاری ہو گئے اور میری روحانی برہنگی کی شرم رکھ لی گئی اور پروانہ
جاری ہو گیا، کہ هن لباس لكم وانتم لباس لهن ایک دوسرے کی ستر پوشی کرو،
دل بہلانے کو کیسے مزے کے ایک دو بھورے چار غلمان ملے (گو آج کل کی اصطلاح مین مین اون کو،
"SUFFRAGETTES" یا تمہارے اختراع مین "اختراعیات" کہتا ہون) کام اس ساری مزدوری
پر کچھ بھی نہ تھا، صرف ایمان و عمل صالح، اور گو نمبر ۱ بہت ڈانواڈول رہا، اور بحالت صحت بھی توحید کو ریاضی
کا ایک اصول سمجھا گیا جسکا تعلق محض دماغ سے ہے، جسطرح دو اور دو چار پر اعتقاد (بلکہ در اصل اس سے بھی
کم اس لئے کہ اس آخری نظریہ پر تو بفضلہ تعالےٰ اعمال و افعال کی بنیاد بھی غیر متزلزل اور قائم رہی، حالانکہ
ایاک نعبد و ایاک نستعین کے خلاف بارہا عمل رہا) اور نمبر ۲ تو اکثر غائب ہی رہا، تاہم مزدوری ملنا ناممکن

دہوا، آسمان سے پانی اوسی طرح برستا تھا، اور میری پیاس بھی لگاتا، اور سارا [illegible] آتا تھا، جسطرح کسی عابد زاہد متقی
وپرہیزگار کی زمین کے مرنے پیچھے اوسے میرے لئے اوسی طرح پھر زندہ کرتا تھا، جسطرح پیغمبرون اور صدیقون
کے لئے بلکہ اوسکی پیداوار مین سے میرے حصہ کا رزق ان بزرگون سے کہین زیادہ اور وافر تھا، روئی اون اور
ریشم کے وہ باعث زیب وزینت ملبوس اس جسد خاکی کے عیب چھپانے کو ملے، کہ حلہاے شہدا کی اون کے سامنے کچھ
حقیقت نہ تھی، پھر اتنا ہی نہین بلکہ اپنے طرح کے اور اپنے سے اچھے ہزارون انسانون پر حکومت بھی نصیب ہوئی،
اور نام ونمود سے بھی محروم نہین رہا، اور باوجود اسکے کہ "وضع وزر" نہ ہوا تھا، "رفع ذکر" بہت کچھ ہوا، پھر نہ منت
نہ احسان، ہے

شاہ مارا زر دہد منت نہد　　خالق ما رزق بے منت نہد

اے برادر عزیز اوس بدبخت سے زیادہ کون غدار، باغی، نمکحرام، بے وفا، اور ناشکرا ہوگا، جو باوجود
ان تمام نعمتون سے مستفیض ہونے کے اگر اور کچھ نہ کرسکے اور اپنے کو دست وپابستہ سمجھے، (حالانکہ اوسی کے ہاتھ بے
زور ہوتے ہین جس کا دل الحاد کا خوگر ہوتا ہے،) تو کم از کم منہ سے تو اوس مہربان مربی کی ناشکری کرنے اور دوسرون
کو ناحق نا روا اوسکی مہربانیون اور عنایتون، قوت اور قدرت مین اوس کا شریک گرداننے سے بھی باز نہ آئے
اس سے بڑھکر اور کیا عذاب دردناک ہوسکتا ہے، ضمیر کی ملامت سے بڑھکر کس دوزخ کا التہاب ہے کہ اوسکی
گرمی کو کوئی ذی حس برداشت کرے یہی وہ آگ ہے، جسمین ایک بار گر کر انسان کا پھر نکلنا ہی مشکل نہین ہوجاتا ہے
بلکہ لا یموت فیہا ولا یحییٰ کی تکلیف مالا یطاق سے سابقہ پڑتا ہے، کبھی علالت کے زمانہ مین تمھارا یہ حال ہوا
ہے کہ نیند دیر سے نہین آئی ہے، اور بدن کا عضو عضو کمخوابی سے دکھنے لگا ہے، نیند کی سخت ضرورت ہے، مگر لاکھ
بن بن کر لیٹتے ہو، آنکھین میچتے ہو، کروٹین بدلتے ہو، تکیہ اور بستر بار بار درست کرتے ہو اور اپنے تئین ہر طرح دھوکا
دینا چاہتے ہو، کہ نیند آرہی ہے مگر نیند ہے کہ کہین پتہ نہین، کوسون نشان نہین، آخر شب رات کا "لباس" اوتارنا
پڑتا ہے، اور دن کی "معاش" کا دور شروع ہوتا ہے، مگر "ثبات نوم" نہ ملنے کے باعث صبح کی کیفیت شام کی کیفیت

سے کہین بدتر ہے، عزیزم یہ تو محض جسمانی کیفیت کا حال ہے، اب اگر روح کی یہ حالت ہو اور ایک دو شب نہین
بلکہ ساری عمر تو اوس زندگی سے موت کو بہتر سمجھوگے، مگر یہ درد فرقت نہین جس کا علاج مرگ سے بھی ہوسکے،
اور غسل میت کو بھی غسل صحت کہا جاسکے، لا یموت فیہا ولا یحییٰ کا حکم اوسی طرح نافذ ہے،

عزیزم - ہزارون گناہ کرچکا ہون جنمین نہ کبیرہ کا شمار ہے، نہ صغیرہ کا، مدتون گناہ گاری کا احساس
بھی نہ تھا، جب سے کچھ کچھ حس ہونے لگا ہے، عرق انفعال مین غوطے کھا رہا ہون پچھلا تجربہ کافی تھا، خدا کا شکر ہے
کہ قدرے ہدایت نصیب ہوئی، ورنہ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین
الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون
فی الارض، اولئک ھم الخاسرون. ہمارے بھائی وہ بھی ہین اور اب تک ہمارے ہی دوش بدوش
کام کرتے رہے ہین، جنکو زمانہ کے تلخ تجربون نے مجبور کردیا کہ میثاق اولین کو توڑین، اور دل سے نئے نئے عہد
گڑھین، اور ایجاد واختراع کرین اور بجاے وصل کے قطع تعلق کرین اور پھر لطف یہ کہ نہ اپنے کو خسران مین
حاصل کرنے والا سمجھین نہ مفسد بلکہ الٹا ہمین سے کہین کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اور صریح تحریف
معنوی کے مرتکب ہون، اور الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق اور الموفون بعھدھم اذا
عاھدوا سنا کر ہم کو شرمندہ اور پشیمان کرین، اور گو اس کال کی بدولت کلوا واشربوا من رزق اللہ
کی دعوت اون کی دسترس سے باہر ہے، تاہم لا تعثوا فی الارض مفسدین کی منادی فرماتے ہین، اور
اگر ہم کہین کہ انما نحن مصلحون تو ہمین پر قرآنی فقرے کستے ہین کہ الا انھم ھم المفسدون
بلکہ ولکن لا یشعرون اس پر مستزاد ہے انھین مقتدیان قوم سے میرا خطاب تھا، کہ ے

عہد اول کو بھی اچھا ہو جو پورا کردو　　تم وفادار ہو تھوڑی سی وفا اور سہی

خوف غماز، عدالت کا خطر، دار کا ڈر　　ہین جہان اتنے وہان خوف خدا اور سہی

مگر برادرم - یہان آفت تو یہ ہے، کہ اگر عہد اول کو پورا کرنے کا ارادہ کیا، تو پھر بہت سے عہد خود

ہی باطل معلوم ہونے لگتے ہین، اور شرکت خواہ کسی قسم کی بھی ہو، اوس محبوب دوجہان کو نہین بھاتی، اور اوس کی
غیرت کو کسی نہج گوارا نہین، اس لے خوف خدا کے بعد دل مین کسی اور خوف کی کب گنجایش رہتی ہے،

حسرت نے خوب کہا ہے:-

اہل ایمان رکھتے ہین کامل بہ نوائے جنون
شان لاخوف علیہم شیوہ لایحزنون

اور پھر تجربا در خصوصاً زمانہ کا تلخ تجربہ وہی بتاتا ہی جو والعصر مین ارشاد ہے، اور ایمان وعمل صالح کے
ساتھ توصیت بالحق وتوصیت بالصبر کو گھاٹے سے بچنے کے لئے لازمی ثابت کر دیتا ہے، ایک شاخ بریدہ سے انسان
سبق اندوز ہوسکتا ہے، (دیکھو نجع:- ہر ورقے دفتریست از معرفت کردگار)

ڈالی گئی جو فصل خزان مین شجر سے ٹوٹ — ممکن نہین ہری ہو، سحاب بہار سے
ہے لازوال عہد خزان اوسکے واسطے — کچھ واسطہ نہین ہے اوسے برگ و بار سے
فصل خزان ہے تیرے گلستان مین خیمہ زن — خالی ہے جیبِ گل زرِ کامل عیار سے
جو نغمہ زن تھے خلوتِ اشجار مین طیور — رخصت ہوئے ترے شجرِ سایہ دار سے
شاخ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو — واقف نہین ہے قاعدہ روزگار سے

مذہب کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
وابستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

خدا کا شکر ہے کہ دل ڈانواڈول ہو ہو کر سنبھل گیا اور کم از کم اُن فاسقین کے زمرہ مین تو نہین
ہون جنکی شان مین آیا ہے کہ ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ
ان یوصل ویفسدون فی الارض بلکہ اس پر قائم ہون کہ

خو تیری دو روزہ، مرا پیمان ہے ازل کا — پابند جفا تو ہے تو میری بھی وفا دیکھ



یہ ایجاد ان لوگون کی سہولت کے لیے کیگئی ہے جو ٹیلیفون سے کام لیتے ہین، ٹیلی ٹایپ رائٹر معمولی ٹایپ رائٹر
کے ہمشکل ہوتا ہے، یہ ٹیلیفون کے قریب رکھ دیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت دونون کا رشتہ ملا دیا جاتا
ہے، فرض کیجئے کہ آپ ٹیلیفون پر کسی سے کچھ کہنا چاہتے ہین اور وہ شخص اس وقت وہان موجود نہین ہے،
ایسی صورت مین آپ یہ کر سکتے ہین کہ اپنے ٹیلیفون اور ٹیلی ٹایپ رائٹر کا رشتہ ملا کر جو کہنا چاہتے ہین اُسے ٹایپ
کرلین، مبادلہ کے ساتھ دوسرے ٹیلیفون اور ٹیلی ٹایپ رائٹر کا رشتہ بھی مل جائیگا، اور جو باتین آپ اپنے
ٹیلی ٹایپ رائٹر پر ٹایپ کرینگے وہ ساتھ ہی ساتھ دوسرے ٹیلی ٹایپ رائٹر پر بھی ٹایپ ہوتی جائینگی، یہ ایجاد
تجارت پیشہ اشخاص کے لیے نہایت مفید ثابت ہوگی، کاروباری خطوط جنکی آمد و رفت مین کئی کئی روز لگ
جاتے تھے، اب منٹون مین ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچائے جاسکین گے، "ع ز"

## کلیون مین رنگ آمیزی،

ایک جرمن نے ایک ایسا مادہ ایجاد کیا ہے، جس سے کلیون کو مختلف رنگون مین رنگ سکتے ہین،
یہانتک کہ اگر ماتمی حالت کا اظہار مقصود ہو تو سفید کلیون کو سیاہ بنایا جاسکتا ہے، بعض لوگون نے اس
رنگ کے مادہ کو زمین مین بھی استعمال کیا، تو کلیان رنگین نکلین،

## ہفتہ مین ایک دن کا روزہ،

تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ ہفتے مین ایک دن کا فاقہ جسم کی مستعدی اور عقل کی جولانی مین اضافہ
کر دیتا ہے، چنانچہ شیکاگو یونیورسٹی کے طلبہ نے سالانہ امتحان مین داخل ہونے سے پہلے ایک دن کا فاقہ کرلیا
تو اس سال کا نتیجہ امتحان اور سالون سے بہتر رہا،

## شیشے کی اینٹ

امریکہ کے بعض کارخانون نے ایسے سخت شیشے ایجاد کئے ہین جو اینٹون کی شکل مین بنائے جاتے ہین
اور عمارتون مین اینٹون کی جگہ استعمال کئے جاتے ہین، بلکہ بعض حیثیتون سے اینٹ اور پتھر سے بہتر سمجھے جاتے

ہین، ایک کمپنی نے ان اینٹون سے ایک عظیم الشان عمارت بھی بنانا چاہی ہے،

## تانبے کی قسم کی ایک نئی دھات،

امریکہ کی ایک یونیورسٹی مین نامعلوم عناصر اور مختلف عناصر کی نظائر کی تحقیقات کے لیے ایک جدید طریقہ ایجاد کیا گیا ہے، اور اس سے متعدد نامعلوم عنصر دریافت کئے گئے ہین، اسی طریقہ سے تانبے کی قسم کی ایک نئی دھات دریافت کیگئی ہے، لیکن ایک انگریز پروفیسر نے یہ ثابت کیا ہے کہ تانبے کی قسم کی دو دھاتین ہین، اور دونون طبعی اور کیمیاوی خواص کے لحاظ سے تانبے کے مشابہ ہین، البتہ ان کا وزن تانبے سے مختلف ہے،

## آواز کا اثر جراثیم پر،

آواز ایک قسم کی موج ہے اور آواز جسقدر بلند ہوتی ہے یہ موجین چھوٹی ہوتی جاتی ہین، لیکن جب ایک حد معین سے یہ موجین چھوٹی ہوجاتی ہین تو کانون کو محسوس نہین ہوتین، لیکن ایک ڈاکٹر نے ان چھوٹی موجون کا ایک خاصہ یہ بتایا ہے کہ اگر دودھ کو ایک ایسے آلے مین ڈھالا جائے جو آواز کی چھوٹی چھوٹی موجین اٹھانے والا ہو، تو اُن موجون کی آواز سے دودھ کے اسّی فیصدی جراثیم فنا ہوجائین گے،

## دانتون کے مرض کا سبب،

امریکہ کے ڈاکٹرون کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ قدیم اسکیمو قبائل کے لوگ جو صرف جانورون کے گوشت پر گذر اوقات کرتے تھے، دانتون کے تمام امراض سے محفوظ تھے، لیکن اب دانتون کے امراض اُن مین پھیلنے لگے ہین جسکی وجہ یہ ہے کہ اونھون نے غذا مین تبدیلی کر دی ہے، اور اب متمدن قومون کا کھانا کھانے لگے ہین،

امریکہ کے قدیم باشندون کی ہڈیون اور دانتون کی تحقیقات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی



غذا مین جسقدر گوشت کا جزو زیادہ ہوگا وہ دانتون کے مرض سے محفوظ رہیگا، چانول اور دوسری قسم کے دانے دانتون کے مرض کا اصلی سبب ہین،

## حرکات قلب کے معلوم کرنے کا آلہ،

امریکہ کی پبلک برقی کمپنی نے یہ اعلان کیا ہے کہ اس نے ایک نہایت نازک کیمیائی آلہ ایجاد کیا ہے، جس سے قلب کی حرکت کتنی ہی ضعیف ہو، لیکن اس آلے سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے،

## فٹ بال

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فٹ بال زمانۂ حال کی ایجاد ہے لیکن حال مین کلدان کے شہر اُور مین جو آثار دریافت ہوئے ہین، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا گیند کلدانیون کے یہان دو ہزار سات سو برس پیشتر متداول تھا،

## ایک نیا صابون

امریکہ کے ایک کیمیا ساز نے ایک جدید قسم کا صابون ایجاد کیا ہے، جس کے لیے پانی کی ضرورت نہین ہوتی، بلکہ وہ ایک قسم کا معجون ہے، جس کے ہاتھ مین مل لینے سے ایک خوشبودار پھین پیدا ہوجاتا ہے، اور اس سے ہاتھ نہایت آسانی سے صاف ہوجاتا ہے،

## آگ بجھانے کا ایک نو ایجاد بمبہ،

امریکہ کے ایک انجینیر نے کیمیاوی طریقہ سے آگ بجھانے کا ایک بمبہ ایجاد کیا ہے جسمین ایک ذی حس گھنٹی لگی ہوئی ہے، جو دھوئین کو سونگھ لیتی ہے، اور سونگھنے کے بعد بار بار جگکر صاحب خانہ کو آگ لگنے کی خبر دیتی ہے، اور اسی وقت بمبہ آگ بجھانے مین بھی مشغول ہوجاتا ہے،

"ع"

# آثار علمیہ ادبیہ

## مکتوبات محمد علی،

### مکتوب پنجم

بنام مولانا مسعود علی ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیلخانہ بیتول ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء

برادر عزیز :- السلام علیکم وعلی من لدیکم،

محبت نامہ مورخہ ۹ ستمبر غالباً ۱۳ کو مجھے ملا تھا، معارف کے ایک پرچہ مین رکھا ہوا تھا، سنسر کی نظر سے بچ رہا تھا، اسلئے مین نے خود بھی اون کو بھی اس مائدہ پرلطف مین شریک کیا، اور اون کے پاس بھیج دیا، ۱۴ کو ان کے پاس سے واپس آیا، جواب اوسی وقت دیتا، مگر خیال تھا کہ شاید برادر مکرم سید سلیمان صاحب کا محبت نامہ بھی آیا ہوگا، اور سنسر نے چونکہ ایک خط پڑھنے کے لئے روک رکھا تھا اس خیال سے کہ شاید یہ اونھین کا ہو، یا ایک آدھ دن بعد آجائے، تو دونون کا جواب ایک ساتھ ہی دون، جواب مین تاخیر ہوئی، سلیمان صاحب کے خط کا اب تک انتظار ہے مگر شکایت نہین کیونکہ اس عرصہ مین ارض القرآن کی دوسری جلد بھی ختم کر ڈالی، (گو لفظ "بھی" بالکل صحیح نہین ہے، کیونکہ قسمتی سے جلد اول اب تک پوری ختم نہین ہوئی، اور غلطی سے گھر چلی گئی ہے، اور اب تک واپس نہین آئی) سلیمان صاحب اسی طرح کتابین لکھتے رہین، اور ساری عمر بھی خط نہ لکھین تب بھی شکایت کا موقع نہ ہوگا، بلکہ مشکوریت کا سلسلہ جاری رہے گا،

ع برین می زیم بر ہمین بگذرم، آمین ثم آمین

نہین بھائی مین خوش اور خدا کرے کہ میرا خدا بھی خوش ہو مین اوس سے راضی کاش وہ مجھ سے راضی ہو، قرآن پاک ایک مختصر سی کتاب ہے مگر جامع اور ہزارون مضمونون کا ایک مضمون اوس مین ادا کیا گیا ہے اور بار بار اوسی کی تکرار ہے، مگر وہ بزرگان دین بھی جو ہر وقت اوسی کی درس و تدریس مین مشغول ہین اب کچھ لمبی و شوار پیچ الجھنون مین اسطرح پھنس گئے ہین کہ معاش و معاد دونون کی روح واصلیت و حقیقت سے غافل نظر آتے ہین، نہ خدا کی خدائی سے ہمین واقف کرتے ہین، نہ رسول کی رسالت سے بہت ہوا تو نماز کی قواعد پریڈ مین انہماک اور روزہ کی حد مین غلو کر الی اللیل مین الی کے کیا معنی ہین، خیط الابیض کیا ہے اور خیط الاسود کیا، حج و زیارت مرقد نبوی سے بڑھ کر بزرگان دین کے مزارون پر جا کر دعاؤن مین مصروفیت تمام ہے، زکوٰۃ کا نصاب آنہ پائی تک درست رکھنے کی فکر ہے، مگر ہمین آجتک نہ بتایا کہ اس قواعد پریڈ سے اصل غرض حوض المومنین، اور اعدوا لهم ما استطعتم ہے، روزہ ہمارا (IRONRATION) ہے جس سے سپاہی بھوک کا تدارک کرسکین، حج حب وطن مین غلو سے روکتا اور صاحب الھجرتین کی سنت کی پیروی پر مائل کرتا ہے، اور زکوٰۃ سکھاتی ہے کہ انما اموالکم واولادکم فتنة وان اللہ عندہ اجر عظیم اور سب کا ماحصل عمر بھی قدر ہے کہ ان کان آباءکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احب الیکم من اللہ ورسولہ الخ ساری خدائی کی تخلیق کا مقصد آزادی ہے نہ حریت بلکہ غلامی اوس ایک واحد القہار کی جسکے بعد باقی سب ایک گھاٹ

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم  بندۂ بارگاہ سلطانیم

یہی حریت ہے یہی مساوات اور یہی اخوت، سارا کام ایک جد وجہد ہے، جسطرح ہوسکے زبان سے، مال سے جان سے، بھائی ٹھیک کہا ہے کسی نے کہ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب سانپ نکل گیا ہے، کیچلی پیچھے چھوڑ گیا ہے، میرے اور تمہارے تمام امراض کا (اور کونسا مرض ہے، جو اس بیمار میں موجود نہیں) صرف کتاب اللہ

اور سنت رسولؐ ہے، تمھارے دار المصنفین مین بڑے بڑے فلسفی اور سخندان پڑا کھو اور نقادین اور ہون گے،

مگر ہمین تو تم سے زیادہ تر اسی وجہ سے انس ہے، کہ تم قرآن اور سنت کے عاشق ہو، ؎

باز خوان از نجد و از یاران نجد

تا بیاری کوہ و صحرا را بوجد

خدا بھلا کرے اس قید کا کہ کتاب اللہ پہلی بار جمکر پڑھنے کی کوشش کی گئی، اور سب کچھ کھو کر وہ کنز مخفی حاصل کیا جسکے مقابلہ مین گنج شائگان کی کوئی حقیقت نہین، اور رسول (روحی فداک یا رسول اللہ) کے حالات زندگی سے پہلی بار سبق لیا، تقریبًا دو سال ہوئے کہ میرے ہمنام مولانا محمد علی صاحب نے قرآن پاک کا ترجمہ انگریزی شائع فرمایا، اور مکرمی مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک جلد کا ہدیہ ارسال کیا، سر پر رکھا، آنکھون سے لگایا، تدوین قرآن پاک کے متعلق سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطبات احمدیہ مین کچھ آگاہی کا سامان فراہم فرما دیا تھا، جب

( MiNGUi) کو خبط سوجھا، اور بالکنا حولہ کو بو کنا پڑھ کر قرآن کے تحفظ

بک گیا (حالانکہ ارشاد ہو چکا تھا انا لہ لحافظون)، تو اور بھی حالات پڑھنے مین آئے، خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی اس طرف توجہ کی اور مولوی محمد علی صاحب نے دیباچہ مین پوری تصریح بھی کر دی مگر مین قرآن کی HISTORY اور جغرافیہ کا اوسی طرح متمنی رہا، جیسے پہلے تھا، چنانچہ اسی کی فرمایش مرزا یعقوب بیگ صاحب کی کہ دوسرے ایڈیشن مین اس کا اضافہ ضرور کیا جائے مگر یہ سہرا میرے سلیمان کے سر کے لئے ازل سے مخصوص تھا،

گمان مبر ز تو ارد کہ وزد مضمون من،،

متاع من ز نہان خانۂ ازل بر داشت

پہلی جلد ارض القرآن کی ظاہر ہے کہ دوسرے سے زیادہ خشک تھی، کیونکہ بنیاد مین وہ زیب و زینت نمایان نہین ہوتی، جو عمارت مین نظر آتی ہے، اسی لئے شروع کرتا تھا، اور پھر ختم کرکے رہ جاتا تھا، مگر دوسری جلد ملت ابراہیم سے متعلق تھی، اسی قریبی رشتہ نے گھسیٹ لیا، اور اس عرصہ مین بارہا شوکت صاحب نے

ن گو مجھے ہفتہ مین دو ہی حصے



ت کاٹ رہا ہون اور تمھاری تیغ سے [illegible]

موز دن ہین، اگر جھوٹے اور یہ خرافاتی سلسلہ ساتھ لائے تو تم لوگون کو ایک

[illegible] بر آئی مراد      بندے دیوانہ رہا ہو گیا

مگر اب اس دیوانگی کا ایسا لپکا پڑ گیا ہے، کہ قید اور رہائی کا فرق ہی جاتا رہا، بلکہ رہائی مین اوسی طرح قید کی آرزو کیا کرین گے، جسطرح کبھی قید مین رہائی کی کرتے تھے، میرا ایک شعر ہے ؎

لٹک باقی ہے، اب تک گو تری محفل مین بیٹھا ہے،

کہ رہ رہ کر خیال آتا ہے، جو ہر کو بیابان کا

اسی طرح مین ایک اور بھی ہے،

نکالا پیرہن پھر دل مین رکھا دستِ وحشت نے،

خدا کی شان ہے رتبہ ہو یہ خارِ مغیلان کا

اب تو اسی دعا کی آرزو ہے، کہ ع :- این آوارۂ کوے بتان آوارہ تر بادا،

سارے تجربون کا یہی نچوڑ ہے، کہ ؎

کیا دھرا ہے عقل مین جز حیرت و سرگشتگی

پھرے ہون پا بند اس کا مین ذ دیوانہ نہین

عشق ہے تو یہ ہے عقل ہے تو یہ ہے، ہوشیاری بھی یہی ہے، اور دیوانگی بھی یہی، اور خود ہی لکھ چکا ہون :-

شدتِ شوق ہی بس وجہ ہوا اس مستی کی      ورنہ کچھ [illegible] آپ کے جو ہر کھلے

اور سنت رسولؐ ہے، تمہارے د... اور سخندان بڑا لکھا اور نقادین اور ہون گے،

مگر ہین تو تم ہے زبان تو مجھے اس تلخ نوائی مین معاف　　آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

سب کو سب کا سلام اب شوکت کی شکایت کی جاسکتی ہے نہ تمکو شکایت باقی

تو کے تو زمے سب باہر باقی ہین یہان تو یکسوئی ہے، اور یکتائی، عیدین مین

موذن بھی اور مکبر بھی (اور یہی حال ہر جمعہ کا اور ہر جماعت کا ہے) عیدین مین ایک دوسرے کو گلے لگایا، گویا

ساری خدائی نے ساری خدائی سے عید مل لی، یہان اس قطعہ کا لطف حاصل ہوا ہے،

مستان رسید عید یاران ندکنید　　باشد ہزار شکر خدا را شنا کنید

زاہد اگر قبول شود روزہ و نماز　　در کوئے مے فروش دوگانہ ادا کنید

تمہارا خیر طلب بھائی

محمد علی

# مقالات شبلی جلد سوم

مولینا کے تعلیمی مضامین کا مجموعہ

ضخامت ۱۷۷ صفحے،

قیمت :- عہ

"منیجر"

نمایان نہین ہوتی، جو عمارت مین نظر آتی ہے

ملتا ہے حکیم ابراہیم سے متعلق تھی، اسی قسم

جلد سوم | ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ | ...

## مطبوعات جدیدہ

دلہ جناب پنڈت منوہر لال صاحب زتشی، ناظر ہندستانی اکاڈیمی الٰہ آباد،

حجم ۱۵۲ صفحے کاغذ دبیز لکھائی چھپائی ٹائپ مین اور جلد خوبصورت، قیمت

جناب پنڈت منوہر لال صاحب زتشی اردو زبان کے لائق انشا پرداز ہین اور بے مبالغہ کہا جاسکتا ہے، کہ اسوقت ہندوؤن مین اردو لٹریچر کا واقف کار شاید ہی کوئی دوسرا ہو، پنڈت جی نے کبیر داس ... کبیر صاحب کے نام سے شائع ہوئے

ابھی چند مراحل اور طے کرنا ہین، خدا کرے یون بھی ہو،

لو وہ آپہنچا جنون کا قافلہ　　پاؤن زخمی، خاک منہ پر سر کھلے

ابھی چند درہائے معرفت اور کھلنے کو باقی ہین،

رات تلچھٹ تک نہ چھوڑی تب کہین　　راز ہائے بادہ و ساغر کھلے

ابھی تو :-

تشنہ لب ہون مدتون سے دیکھئے　　کب در مے خانہ کوثر کھلے

مگر ہان :-

رونمائی کے لئے لایا ہون جان　　اب تو شاید چہرۂ انور کھلے

اب تو کشتی کے موافق ہے ہوا　　ناخدا کیا دیر ہے لنگر کھلے

اور کاش یہی سچ ہو جائے کہ :-

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر　　مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

اور سنت رسول ہے، تمہارے ... اور سخنداں بڑا کہو اور نقادیں اور ہوں گے،

مگر ہیں تو تم ... ولیکن غالب تجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

سب کو سب کا سلام اب شوکت کی شکایت کی جا سکتی ہے نہ تمکو شکایت باقی

تو کے تفرقے سب بابر باقی ہیں یہاں تو یکسوئی ہے، اور یکتائی، عیدین میں

موذن بھی اور مکبر بھی (اور یہی حال ہر جمعہ کا اور ہر جماعت کا ہے) عیدین میں ایک دوسرے کو گلے لگایا، گویا

ساری خدائی نے ساری خدائی سے عید مل لی، یہاں اس قطعہ کا لطف حاصل ہوا ہے،

مستان رسید عید یاران نذ کنید
باشد ہزار شکر خدا را ثنا کنید

زاہد اگر قبول شود روزہ و نماز
در کوئے مے فروش دوگانہ ادا کنید

... حضرت مصعب بن عمیر کی تلقین، حضرت عبد اللہ ابن رواحہ کا آخری

وقف نامہ اور پھر اپنے نفس سے خطاب کر بول اب دنیا میں تیرا کیا دہا جو مرنے سے اس قدر ڈرتا ہے، یہ وہ تاریخی

سبق ہیں، جن سے سب سے زیادہ ہم ناواقف اور غافل ہیں، ورنہ ہمارے بچوں کی درسی کتابوں کے لئے ان قصوں سے

زیادہ پر لطف قصے اور ہمارے نوجوانوں کے لئے ان واقعات عبرتناک سے زیادہ موثر پند و نصائح اور بوڑھوں

کے لئے تسکین قلب اور اطمینان کا ان سے بہتر سامان کہاں سے فراہم ہو سکتا ہے،

خدا کی قسم اسلام کی پچاس برس کی تاریخ میں وہ مواد موجود ہے، جس سے ہمارے علاج اور ہماری اصلاح

کے ہزار نسخے تیار ہو سکتے ہیں، اور سارے یورپ کی تاریخ جس میں یونان، روم، انگلستان، فرانس وغیرہ سب شامل

ہیں، پچاس صدیوں میں بھی اوس قدر مواد نہیں دکھا سکتی، اور غضب یہ ہے کہ میں خود یورپ کی تاریخ کا محض

اس بنا پر گرویدہ تھا کہ بادشاہوں کی تخت نشینیوں اور لڑائیوں اور فتوحات کے علاوہ اس میں اصول سیاست

سمجھنے کے لئے بے حد مواد فراہم کیا گیا ہے اور ہمارے لئے سبق آموزی کی بڑی گنجایش ہے، یہ سب کچھ اس

... میں دل سے بھلا رہا ہوں، اور اصلی سبق لے رہا ہوں، پھر بھی تم اُسے انتہائے مصیبت سمجھتے ہو،

# مطبوعات جدیدہ

... مؤلفہ جناب پنڈت منوہر لال صاحب زتشی، ناشر ہندستانی اکاڈمی الٰہ آباد،

ضخامت ...

حجم ۱۵۲ صفحے کاغذ دبیز لکھائی چھپائی ٹائپ میں اور جلد خوبصورت، قیمت

جناب پنڈت منوہر لال صاحب زتشی اردو زبان کے لائق انشا پرداز ہیں اور بے مبالغہ کہا

جا سکتا ہے، کہ اسوقت ہندوؤں میں اردو لٹریچر کا واقف کار شاید ہی کوئی دوسرا ہو، پنڈت جی نے کبیر داس

کے سوانح و خیالات لکھ کر ہندستانی اکاڈمی میں پیش کئے تھے، جو وہاں سے کبیر صاحب کے نام سے شائع ہوئے

ہیں، کبیر صاحب چند ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب "مذہب" ہے، جس میں اولاً مذہب کی تعریف سمجھائی گئی ہے، کہ

مذہب نام ہے اپنے سے بالاتر ایسی قوت یا قوتوں کے احساس کا جس سے حصول انتفاع و دفع شر کے لئے انسان

چند اعمال کا پابند ہو، اور پھر مذہب کی اجمالی تاریخ بیان کی گئی ہے اور اسی ضمن میں مختلف گروہوں کے

خیالات اور انکے اعتراض و جواب کے اشارے پیش کئے گئے ہیں، اور پھر بتایا گیا کہ مذہب اپنے دور میں ایک جدید

تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالتا ہے، اور پھر جب وہ تعلیمات مسخ ہوتے ہیں، تو چند افراد اوس کے خلاف آواز بلند کرتے

ہیں، کبیر داس انہی خاص افراد میں تھے، پھر دوسرا باب "ہندو مذہب کا ارتقاء" ہے، اور تیسرا باب "ہندو مذہب کے

اصول" ہے، اس میں آرین مذہب کی مکمل اجمالی تاریخ ہے، اور پھر ہندو مذہب کے عقائد کی تفصیل ہے، مصنف کے

نقطۂ نظر سے آرین مذہب کے ہر دور میں عقیدۂ وحدانیت کسی نہ کسی شکل میں اس میں موجود رہا اور جب اوسکی تعلیم

مسخ ہوئی تو کوئی نہ کوئی مصلح پیدا ہوا، اور گوتم بدھ اور شنکر اچاریہ ...

نانک اور رنگا رام انہی افراد میں ہیں، اور اسی ضمن میں آرین مذاہب ...

... سلام ندوی

۲۲۵-۲۲۹

۲۴۰-۲۳۶

# آثارِ علمیہ و ادبیہ

## مکتوباتِ محمد علی

### مکتوب پنجم

بنام مولانا مسعود علی ندوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیلخانہ بیتول

۲۴ ستمبر ۱۹۱۹ء

برادر عزیز :- السلام علیکم و علی من لدیکم،

محبت نامہ مورخہ ۹ ستمبر غالباً ۱۲ کو مجھے ملا تھا، معارف کے ایک پرچہ مین رکھا ہوا تھا، سنسر کی نظر سے بچ رہا تھا، اسلئے مین نے خود بھی اون کو بھی اس مائدہ پر لطف مین شریک کر لیا، اور اون کے پاس بھیج دیا، ۱۴ کو ان کے پاس سے واپس آیا، جواب اوسی وقت دیتا، مگر خیال تھا کہ شاید برادر مکرم سید سلیمان صاحب کا محبت نامہ بھی آیا ہوگا، اور سنسر نے چونکہ ایک خط پڑھنے کے لئے روک رکھا تھا اس خیال سے کہ شاید یہ انھین کا ہو یا ایک آدھ دن بعد آجائے، تو دونون کا جواب ایک ساتھ ہی دون، جواب مین تاخیر ہوئی، سلیمان صاحب کے خط کا اب تک انتظار ہے، مگر شکایت نہین کیونکہ اس عرصہ مین ارض القرآن کی دوسری جلد بھی ختم کر ڈالی، (گو لفظ "بھی" بالکل صحیح نہین ہے، کیونکہ بد قسمتی سے جلد اول اب تک پوری ختم نہین ہوئی، اور غلطی سے گھر چلی گئی ہے، اور ابتک واپس نہین آئی،) سلیمان صاحب اسی طرح کتابین لکھتے رہین اور ساری عمر بھی خط نہ لکھین تب بھی شکایت کا موقع نہ ہوگا، بلکہ مشکوریت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

بھائی تمھاری شکایت بھی بجا نہیں، دار المصنفین ایک شخص کا نام نہیں اور اگر ایک شخص کا نام بھی ہو
تب بھی "شبلی مرحوم" میں ان کی تمام علمی ذریت شامل ہے، اور اب اسی طرح "سید سلیمان ندوی" میں سارا
"دار المصنفین" اور تمام "ندوۃ" شامل ہے اور عزیزی مسعود ندوی کو اگر سلام بھی نہ جاتا تو شکایت کا موقع تھا،
اب تو جب حضرت سلیمان (ثانی) کا تصور کرتا ہوں، مسعود آصف نما پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں "عالم ہمیشہ
بے عمل" ہوتے ہیں، اسی لئے میری دیرینہ تمنا ایک "لٹریری سنڈیکیٹ" قایم کرنے کی ہے جس میں اہل علم
تصنیف کیا کریں اور ہم حاشیہ نشینان دار المصنفین اُن کی تصنیفات کے نشر و اعلان میں مدد دیا کریں
تم خود "ندوی" ہو اور عالم اس لئے شاید "ہم" کی شرکت ناگوار خاطر گذرے مگر میں تمام منیجروں کو اصحاب تصنیف
سے زیادہ وقیع اور دنیا کے لئے زیادہ ضروری سمجھتا ہوں، اور یہ دیکھکر خوش ہوں کہ تم بھی ان حضرات
کا ذکر معقول بے اعتنائی کے ساتھ کرتے ہو اور لکھتے ہو کہ "گو تصنیف کی زحمت جناب سید صاحب نے
برداشت کی ہے" تاہم تمہارا حصہ اچھا خاصہ ہے، یہ لوگ تو محض پھول ہیں، اگر ہم باد صبا کا کام نہ دیں
اور بوے چمن کو بیرون چمن نہ لیجائیں تو مشام بلبل بھی عطر گل کی خوشبو سے مستفیض نہ ہو، یہاں تک میری
طرف سے معذرت تھی، اب بھائی کی معذرت سنئے؛ برادرم، ہم دو آدمی کب ہیں، کہ تم اس تفریق کو روا ہی نہیں
رکھتے ہو، بلکہ عدم تفریق کی شکایت کرتے ہو، کاش میں نے عربی پر اس قدر توجہ کی ہوتی جس قدر ایک غیر زبان
پر ضایع کی، تو مجھے بھی سید سلیمان صاحب کی طرح سارے آسمان کے ستاروں کے عربی نام یاد ہوتے، مگر
چونکہ آپ لوگ انگریزی سے بھی بے بہرہ نہیں ہیں اس لئے تلاش کرکے بتادیں گے کہ کیسٹر (CASTOR)
اور پولکس (POLLUX) ستاروں کے عربی نام کیا ہیں اور اگر نہ معلوم ہوں گے تو دو منٹ میں معرب
کرلینگے، ہمارے محور شاید کسی زمانہ میں علیحدہ رہے ہوں (گو بھول گیا ستاروں کے محور بھی کہاں ہوتے ہیں، قطب از جا
نمی جنبد الخ کا مضمون ہے) مگر اس ساڑھے چار برس کی قید فرنگ میں تو ہم توأم ہو گئے ہیں، اور سیام کے جڑوان
بھائیوں کی طرح نہ صرف ایک جان بلکہ ایک قالب بھی ہیں، البتہ اس بار تہدید کی گئی تھی، کہ اگر آیندہ شرارت

کی، تو علیحدہ کردیے جاؤ گے، اور دو مختلف آسمانون کی فضا مین چکر لگانا، اور سارے ستارون کو گمراہ کر پڑے گا، غالباً آسام اور برہما کی طرف اشارہ تھا، اور یہان بھی تفریقِ مکانی کی بعض کرمفرماؤن کو خواہش تھی مگر یہ آرزو مقامی حکام کے باعث پوری نہ ہو سکی، اب اگر آپ اس تفریق کے متمنی ہین، تو بے شک شکایت بیجا ہے کہ دونون نے علیحدہ کچھ کیون نہین لکھا، ورنہ جس طرح تم اور سید صاحب ایک ہو، اسی طرح ہم بھی ایک ہی ہین، ؎

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی

تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری،

رہا خوشی اور اطمینان کا معاملہ سو بھائی مین نے تو اوسی وقت کہدیا تھا جب ہمین بتایا گیا تھا کہ یہ خاص رعایت ہے، کہ علیحدہ نہین کئے گئے، اور دور نہین بھیجے گئے، کہ ہم ہمہ وقت مشکوریت کے لئے تیار ہین، مگر شکایت کسی حالت مین روا نہین سمجھتے، کیونکہ لا تحزن ان اللہ معنا کے بعد قیدِ تنہائی ناممکن ہے، اور قرب و بعدِ مکانی کا خیال فضول ہے جب اطلاع مل چکی ہے، کہ ان ارضی واسعۃ ہان اگر کسی دوسرے خدا کی خدائی مین انتقالِ مکانی ہوتا، تو البتہ تشویش ہوتی، مگر بحمد اللہ کہ ابھی تک اوسی خدا کی زمین ہمارے پیرون کے نیچے ہے اور اوسی کا آسمان سر پر آویزان ہے، یہی نہین بلکہ ؎

رات دن چکر مین ہین سات آسمان،

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا،،

عزیزم، معارف کی ذرہ نوازی کے مشکور ہین کہ پابندانِ اسلام کے سلسلہ مین ہم دنیا کے کتون کو بھی شامل کرلیا، پھر جب تم بدرجۂ اتم اون کے حالات سے واقف ہو، اور زلیخا سے زیادہ اوس یوسف کنعانی کو محبوب سمجھتے ہو جس نے اس رسمِ قید کی بنا ڈالی، اور اوسکے لئے ماٹو یہ تجویز فرمایا کہ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ تو پھر کس طرح کہہ سکتے ہو، کہ ہم لوگ اس کو انتہائے مصیبت خیال کرتے ہین، عزیزم انتہائے مصیبت غداری

بے وفائی، بغاوت، نمک حرامی، ناشکری اور کفر ہے، اور اس منعم حقیقی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس انتہائے مصیبت اور ذلت میں اس نے اپنے ڈانواڈول اور ناکارہ بندوں کو محفوظ و مصئون رکھا ہے، میرا ایک شعر ہے،

سرکش نہیں، باغی نہیں، غدار نہیں ہم؛
پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے،

اسی خیال کو میرے ازیاران مجلس "حسرت" نے کیا خوب ادا کیا ہے، لکھتا ہے، ؎

بے وفائی مجھ کو کیا معلوم کہتے ہیں کسے
وہ مرے سرکار میں اون کے وفاداروں میں ہوں

میری سرکار سے ہمیشہ روٹی کپڑا مجھکو ملا، سانس لینے کو تازہ ہوا ملی، بچہ تھا اور دانت نہ تھے، تو دودھ ملا، جس میں نہ شکر ڈالنے کی ضرورت تھی نہ سوے اور چونے کے پانی کی آمیزش کی، بڑا ہوا تو ایک سے ایک بڑھکر لذیذ کھانے اور پینے کو ملے، پیدا ہوتے ہی نہیں بلکہ پیدا ہونے سے بھی پہلے سے تنخواہ مقرر ہو گئی تھی، اور کبھی ناغہ نہیں ہوئی خدمت کیلئے نہ صرف نوکر چاکر، بلکہ ماں باپ بھائی بہن، عزیز و اقارب ملے، بڑے بڑے اشراف، بڑے گھرانے والے بڑے ناک والے، گو موت تک اوٹھانے کو موجود تھے بڑھنے لگا تو تعلیم و تربیت مفت ملی، جوان ہوا تو دن رات کی صحبت کے لئے ایک حور جنت کے نئے احکام جاری ہو گئے اور میری روحانی برہنگی کی شرم رکھ لی گئی اور پروانہ جاری ہو گیا، کہ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ایک دوسرے کی ستر پوشی کرو،

دل بہلانے کو کیسے مزے کے ایک دو چھوڑ چار غلمان ملے (گو آج کل کی اصطلاح میں میں اون کو "(SUFFRAGETTES)" یا تمھارے اختراع میں "اختراعیات" کہتا ہوں) کام اس ساری مزدوری پر کچھ بھی نہ تھا، صرف ایمان و عمل صالح، اور گو بزا ایمان بہت ڈانواڈول رہا، اور بحالت صحت بھی توحید کو ریاضی کا ایک اصول سمجھا گیا جسکا تعلق محض دماغ سے ہے، جسطرح دو اور دو چار پر اعتقاد (بلکہ در اصل اس سے بھی کم اس لئے کہ اس آخری نظریہ پر تو بفضلہ تعالے اعمال و افعال کی بنیاد بھی غیر متزلزل اور قائم رہی، حالانکہ ایاک نعبد و ایاک نستعین کے خلاف بارہا عمل رہا) اور عمل تو اکثر غائب ہی رہا، تاہم مزدوری شاہانہ

نہ ہوا، آسمان سے پانی اوسی طرح برستا تھا، اور میری پیاس بھی اوسی طرح بجھاتا تھا جسطرح کسی عابد زاہد متقی
و پرہیزگار کی زمین کے مرے پیچھے اوسے میرے لئے اوسی طرح پھر زندہ کرتا تھا جسطرح پیغمبرون اور صدیقون اور ...
کے لئے بلکہ اوسکی پیداوار مین سے میرے حصّہ کا رزق ان بزرگون سے کہین زیادہ اور وافر تھا۔ روئی اون اور
ریشم کے وہ باعثِ زیب و زینت ملبوس اس جسدِ خاکی کے عیب چھپانے کو ملے، کہ حلّہ‌ہائے بہشتی بھی اون کے سامنے کوئی
حقیقت نہ تھی، پھر اتنا ہی نہین بلکہ اپنے طرح کے اور اپنے سے اچھے ہزار ہا انسانون پر حکومت بھی نصیب ہوئی،
اور نام و نمود سے بھی محروم نہین رہا، اور باوجود اسکے کہ "وضع وزر" نہ ہوا تھا، "رفعِ ذکر" بہت کچھ ہوا، پھر نہ منت
نہ احسان؛ بقول سعدی؎

شاہ ما را زر دہد منت نہد　　　خالق ما رزق بے منت نہد

اے برادرِ عزیز اوس بدبخت سے زیادہ کون غدار، باغی، نمک‌حرام، بے وفا، اور ناشکرا ہوگا، جو باوجود
ان تمام نعمتون سے مستفیض ہونے کے اگر اور کچھ نہ کر سکے اور اپنے کو دست و پا بستہ سمجھے، (حالانکہ وہی کے ہاتھ بے
زور ہوتے ہین جس کا دل الحاد کا خوگر ہوتا ہے،) تو کم از کم منہ سے تو اوس مہربان مربی کی ناشکری کرنے اور دوسرون
کو نا حق نا روا اوسکی مہربانیون اور عنایتون، قوت اور قدرت مین اوس کا شریک گردانے سے بھی باز نہ آئے
اس سے بڑھ کر اور کیا عذاب دردناک ہو سکتا ہے ضمیر کی ملامت سے بڑھ کر کس دوزخ کا عذاب ہے کہ اوسکی
گرمی کو کوئی ذی حس برداشت کرے یہی وہ آگ ہے جسمین ایک بار گر کر انسان کا پھر نکلنا ہی مشکل نہین ہو جاتا ہے
بلکہ لا یموت فیہا و لا یحیٰی کی تکلیف مالا یطاق سے سابقہ پڑتا ہے، کبھی علالت کے زمانے مین تمہارا یہ حال ہوا
ہے کہ نیند دیر سے نہین آئی ہے۔ اور بدن کا عضو عضو کمخوابی سے دکھنے لگا ہے، نیند کی سخت ضرورت ہے، مگر لاکھ
بن بن کر لیٹے ہو، آنکھین میچتے ہو، کروٹین بدلتے ہو تکیہ اور بستر بار بار درست کرتے ہو اور اپنے تئین ہر طرح دھوکا
دینا چاہتے ہو، کہ نیند آ رہی ہے مگر نیند ہے کہ کہین پتہ نہین، کوسون نشان نہین، آخر شب رات کا لباس اوتارا
پڑتا ہے اور دن کی "معاش" کا دور شروع ہوتا ہے، مگر "ثبات نوم" نہ ملنے کے باعث صبح کی کیفیت شام کی کیفیت

ہے کہین بدتر ہے، عزیزم یہ تو محض جسمانی کیفیت کا حال ہے، اب اگر روح کی یہ حالت ہو اور ایک دو شب نہین بلکہ ساری عمر تو اوس زندگی سے موت کو بہتر نہ سمجھو گے، مگر یہ وہ درد فرقت نہین جس کا علاج مرگ سے بھی ہو سکے، اور غسل میت کو بھی غسل صحت کہا جا سکے، لا یموت فیہا ولا یحییٰ کا حکم اوسی طرح نافذ ہے،

عزیزم، ہزارون گناہ کر چکا ہون، جسمین نہ کبیرہ کا شمار ہے، نہ صغیرہ کا، مدتون گناہ گاری کا احساس بھی نہ تھا، جب کچھ کچھ حس ہونے لگا ہے، عرق انفعال مین غوطے کھا رہا ہون پچھلا تجربہ کافی تھا، خدا کا شکر ہے کہ ندرے ہدایت نصیب ہوئی، ورنہ یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض، اولئک ہم الخاسرون. ہمارے بھائی وہ بھی ہین، اور اب تک ہمارے ہی دوش بدوش کام کرتے رہے ہین، جنکو زمانہ کے تلخ تجربون نے مجبور کر دیا کہ میثاق اولین کو توڑین، اور دل سے نئے نئے میثاق گھڑین، اور ایجاد و اختراع کرین اور بجائے وصل کے قطع تعلق کرین اور پھر لطف یہ کہ نہ اپنے کو خسران مبین حاصل کرنے والا سمجھین نہ مفسد بلکہ الٹے ہمین سے کہین کہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ اور صریح تحریف معنوی کے مرتکب ہون اور الا علی قوم بینکم وبینہم میثاق اور الموفون بعہدہم اذا عاہدوا سنا کر ہم کو شرمندہ اور پشیمان کرین، اور گو اس کال کی بدولت کلوا واشربوا من رزق اللہ کی دعوت اون کی دسترس سے باہر ہے، تاہم لا تعثوا فی الارض مفسدین کی منادی فرماتے ہین، اور اگر ہم کہین کہ انما نحن مصلحون تو ہمین پر قرآنی فقرے کستے ہین کہ الا انہم ہم المفسدون بلکہ ولکن لا یشعرون اس پر مستزاد ہے انہین مقتدیان قوم سے میرا خطاب تھا، کہ ؎

عہد اول کو بھی اچھا ہو جو پورا کر دو  تم وفادار ہو تھوڑی سی وفا اور سہی،
خون غمازہ عدالت کا خطر، دار کا ڈر  ہین جہان اتنے وہان خوف خدا اور سہی

مگر برادرم، یہان آفت تو یہ ہے، کہ اگر عہد اول کو پورا کرنے کا ارادہ کیا، تو پھر بہت سے عہد خود

ہی باطل معلوم ہونے لگتے ہین، اور شرکت خواہ کسی قسم کی بھی ہو، اوس محبوب دوجہان کو نہین بھاتی، اور اوس کی غیرت کو کسی نہج گوارا نہین، اس لئے خوف خدا کے بعد دل مین کسی اور خوف کی کب گنجایش رہتی ہے،

حسرت نے خوب کہا ہے:-

اہلِ ایمان رکھتے ہین کامل بہ فتوائے جنون

شانِ لاخوفٌ علیہم شیوۂ لایحزنون

اور پھر تجربہ اور خصوصاً "زمانہ کا تلخ تجربہ" وہی بتاتا ہے جو والعصر مین ارشاد ہے، اور ایمان وعمل صالح کے ساتھ تواصیت بالحق وتواصیت بالصبر کو گھاٹے سے بچنے کے لئے لازمی ثابت کر دیتا ہے، ایک شاخ بریدہ سے انسان سبق اندوز ہو سکتا ہے، (دیکھو بانگ درا:- ہر ورقے دفتریست از معرفت کردگار)

ڈالی گئی جو فصل خزان مین شجر سے ٹوٹ
ممکن نہین ہری ہو، سحاب بہار سے

ہے لازوال عہد خزان اوسکے واسطے
کچھ واسطہ نہین ہے اوسے برگ و بار سے

فصل خزان ہے تیرے گلستان مین خیمہ زن
خالی ہے جیبِ گل زرِ کامل عیار سے

جو نعرہ زن تھے خلوت اشجار مین طیور
رخصت ہوئے ترے شجر سایہ دار سے

شاخ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو
واقف نہین ہے قاعدۂ روزگار سے

مذہب کے ساتھ رابطہ استوار رکھ

وابستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

خدا کا شکر ہے کہ دل ڈانوا ڈول ہو ہو کر سنبھل سنبھل گیا اور کم از کم اُن فاسقین کے زمرہ مین تو نہین ہون، جنکی شان مین آیا ہے کہ ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض بلکہ اس پر قائم ہون کہ ؎

خو تیری دور وزہ، مرا پیمان ہے ازل کا
پابند جفا تو ہے تو میری بھی وفا دیکھ

ع برین می زیم برہمین بگذرم، آمین ثم آمین

نہین بھائی مین خوش اور خدا کرے کہ میرا خدا بھی خوش ہو مین اوس سے راضی کاش وہ مجھ سے راضی

ہو، قرآن پاک ایک مختصر سی کتاب ہے مگر جامع اور ہزارون مضمونون کا ایک مضمون اوس مین ادا کیا گیا ہے اور بار

بار اوسی کی تکرار ہے، مگر وہ بزرگان دین بھی جو ہر وقت اوسی کی درس و تدریس مین مشغول ہین اب کچھ لچی و شوار بجے

بحثون مین اسطرح پھنس گئے ہین کہ معاش و معاد دونون کی رُت و اصلیت و حقیقت سے غافل نظر آتے ہین، نہ خدا کی

خدائی سے ہمین واقف کرتے ہین، نہ رسول کی رسالت سے بہت ہوا تو نماز کی قواعد پرینڈ مین انہماک اور روزہ کی حد ود

مین غلو کر الی اللیل مین الی کے کیا معنی ہین. خیط الابیض کیا ہے اور خیط الاسود کیا، حج و زیارت

مرقد نبوی سے بڑھ کر بزرگان دین کے مزارون پر جا کر دعاؤن مین مصروفیت تمام ہے، زکوٰۃ کا نصاب آنہ پائی

تک درست رکھنے کی فکر ہے، مگر ہمین آجتک نہ بتایا کہ اس قواعد پریڈ سے اصل غرض حوض المومنین، اور

اعدوالہم ما استطعتم ہے، روزہ ہمارا (IRON RATION) ہے جس سے سپاہی بھوک کا تدارک

کرسکین، حج حب وطن مین غلو سے روکتا اور صاحب الہجرتین کی سنت کی پیروی پر مائل کرتا ہے، اور زکوٰۃ

سکھاتی ہے کہ انما اموالکم و اولادکم فتنۃ وان اللہ عندہ اجر عظیم اور سب کا ماحصل صرف یہی

ہے کہ ان کان آباءکم و ابناؤکم واخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموھا

وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ الخ ساری

نمازی کی تحلیل کا مقصد آزادی ہے، نہ حریت بلکہ غلامی اوس ایک وحدہٗ القھار کی جسکے بعد باقی سب ایک گماشتہ

من تو ہر دو خواجہ تاشانیم　　بندہ بارگاہ سلطانیم

یہی حریت ہے یہی مساوات اور یہی اخوت، سارا کام ایک جد و جہد ہے، جسطرح ہو سکے زبان سے، مال

سے، جان سے، بھائی ٹھیک کہا ہے کسی نے کہ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب سانپ نکل گیا ہے، کیچلی پیچھے چھوڑ

گیا ہے، میرے اور تمھارے تمام امراض کا دارو کونسا مرض ہے، جو اسیر ہمارے مین موجود نہیں، صرف کتاب اللہ

اور سنت رسول ہے، تمہارے دار المصنفین میں بڑے بڑے فلسفی اور سخندان پڑا گو اور نقاد ہیں اور ہوں گے،
مگر ہیں تو تم سے زیادہ تر اسی وجہ سے انس ہے، کہ تم قرآن اور سنت کے عاشق ہو، سہ

باز خوان از نجد و از یاران نجد

تا بیاری کوہ و صحرا را بوجد

خدا بھلا کرے ابن تیمیہ کا کہ کتاب اللہ پہلی بار سمجھکر پڑھنے کی کوشش کی گئی، اور سب کچھ کھو کر وہ گنج
مخفی حاصل کیا جسکے مقابلہ میں گنج شائگان کی کوئی حقیقت نہیں اور رسول (روحی فداکہ یا رسول اللہ) ہی کے حالات
زندگی سے پہلی بار سبق لیا، تقریبًا دو سال ہوئے کہ میرے ہمنام مولانا محمد علی صاحب نے قرآن پاک کا ترجمہ انگریزی
شائع فرمایا، اور مکرمی مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک جلد کا ہدیہ ارسال کیا، سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا،
تدوین قرآن پاک کے متعلق سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطبات احمدیہ میں کچھ آگاہی کا سامان فراہم فرما دیا تھا، جب
(ار MING) کو خبط سوجھا، اور بلہ کنا حولہ کو بوکنا پڑھ کر قرآن کے تحفظ کے متعلق بہت کچھ
بک گیا (حالانکہ ارشاد ہو چکا تھا انا لہ لحافظون) تو اور بھی حالات پڑھنے میں آئے، خواجہ کمال الدین صاحب نے
بھی اس طرف توجہ کی اور مولوی محمد علی صاحب نے دیباچہ میں پوری تصریح بھی کر دی مگر میں قرآن کی HISTORY
اور جغرافیہ کا اسی طرح متمنی رہا، جیسے پہلے تھا، چنانچہ اسی کی فرمائش مرزا یعقوب بیگ صاحب سے کی کہ دوسرے
اڈیشن میں اس کا اضافہ ضرور کیا جائے مگر یہ سہرا میرے سلیمان کے سر کے لئے ازل سے مخصوص تھا،

گمان مبر زتوا دکہ وزد معنی من،،

متاع من ز نشان خانۂ ازل برداشت

پہلی جلد ارض القرآن کی ظاہر ہے کہ دوسرے سے زیادہ خشک تھی، کیونکہ بنیادیں وہ زیب و زینت
نمایاں نہیں ہوتی، جو عمارت میں نظر آتی ہے، اسی لئے شروع کرتا تھا اور پھر ختم کر کے رہ جاتا تھا، مگر دوسری جلد
ملۃ ابیکم ابراہیم سے متعلق تھی، اسی قریبی رشتہ نے گھسیٹ لیا، اور اس عرصہ میں بارہا شوکت صاحب نے

روزانہ اخبارون اور کونسل کے مباحثات کی طرف متوجہ کرنا چاہا، مگر ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست　　　می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کا مضمون تھا، جب تک ختم نہ کر لی، کتاب نہین چھوڑی، اور مخبرِ صادق کی خبرون کے سامنے کوئی اور خبر زیادہ معلوم ہوئی ہین تھا، اور اوسی قید خانہ کی چار دیواری کے اندر سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین پر عمل کرنے کے لطف، اب بتائے کہ تیسری جلد بھی ہوگی یا یہ اوستاذی واستاذنا شبلی مرحوم مغفور کا حصہ رہے گا، اور اس کا نام بجائے ارض القرآن کے سیرۃ نبوی ہوگا، بھائی خدارا جو پروف یا فی نسخہ مور جسٹرڈ کر کے بیمہ کر کے بہرحال کسی طرح مجھ تک پہنچا دو، یہ حصہ واقعی تمہارا ہے، رفقائے ندوہ مین سے ایک صاحب معارف مین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات لکھ رہے تھے، اب کیون خاموش ہین، حضرت سعد بن معاذ کی حالت خستگی کی آخر دعا، حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تکفین، حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کا آخری وصیت نامہ اور پھر اپنے نفس سے خطاب کر بول اب دنیا مین تیرا کیا رہا جو مرنے سے اس قدر ڈرتا ہے، یہ وہ تاریخی قصے ہین جن سے سب سے زیادہ ہم ناواقف اور غافل ہین، ورنہ ہمارے بچون کی درسی کتابون کے لئے ان قصون سے زیادہ پرلطف قصے اور ہمارے نوجوانون کے لئے ان واقعات عبرتناک سے زیادہ موثر پند و نصائح اور بوڑھون کے لئے تسکین قلب اور اطمینان کا ان سے بہتر سامان کہان سے فراہم ہو سکتا ہے،

خدا کی قسم اسلام کی پچاس برس کی تاریخ مین وہ مواد موجود ہے، جس سے ہمارے علاج اور ہماری اصلاح کے ہزار نسخے تیار ہو سکتے ہین، اور سارے یورپ کی تاریخ جیسے یونان، روم، انگلستان، فرانس وغیرہ سب شامل ہو کر پچاس صدیون مین بھی اوس قدر مواد نہین دکھا سکتی، اور غضب یہ ہے کہ مین خود یورپ کی تاریخ کا نکتہ چین ہو کر بھی برگزیدہ تھا کہ بادشاہون کی تخت نشینیون اور لڑائیون اور فتوحات کے علاوہ اس مین اصول سیاست وغیرہ کے لئے بے حد مواد فراہم کیا گیا ہے اور ہمارے لئے سبق آموزی کی بڑی گنجایش ہے، یہ سب کچھ اس زمانہ مین دل سے بھلا رہا ہون، اور اصلی سبق لے رہا ہون، پھر بھی تم اُسے انتہائے مصیبت سمجھتے ہو،

ارے بھائی مسعود معافی مانگو، ہاتھ جوڑو، پاؤں پڑو، ناک رگڑو، اور دیکھو آئندہ ایسی انتہائی حماقت نہ کرنا ورنہ پٹ جاؤگے میرے ہاتھ سے اور سرکار علیحدہ ناراض ہوجائے گی، سچ کہا تھا میں نے،

یہ نظر بندی تو نکلی ردِّ سحر، دیدہ ہائے ہوش اب جا کر کھلے
اب کہیں ٹوٹا ہے باطل کا طلسم حق کے عقدے اب کہیں ہم پر کھلے
اب ہوا ہے ماسوا کا پردہ فاش معرفت کے اب کہیں دفتر کھلے
فیض سے تیرے ہوئے قیدِ فرنگ بال و پر نکلے قفس کے در کھلے

ورنہ یہ ہے کہ

طاقتِ پرواز ہی جب کھو چکے پھر ہوا کیا گر ہوئے بھی پر کھلے

ابھی چند مراحل اور طے کرنا ہیں، خدا کرے یوں بھی ہو،

لو وہ آپہنچا جنوں کا قافلہ پاؤں زخمی، خاک منہ پر، سر کھلے

ابھی چند درہائے معرفت اور کھلنے کو باقی ہیں،

رات تلچھٹ تک نہ چھوڑی تب کہیں رازہائے بادہ و ساغر کھلے

ابھی تو :-

تشنہ لب ہوں مدتوں سے دیکھئے کب درِ مے خانۂ کوثر کھلے

مگر ہاں :-

رونمائی کے لیے لایا ہوں جان اب تو شاید چہرۂ انور کھلے
اب تو کشتی کے موافق ہے ہوا ناخدا کیا دیر ہے لنگر کھلے

اور کاش یہی سچ ہو جائے کہ :-

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

اب اس خرافات کو ختم کرتا ہون گو مجھے ہفتہ مین دو ہی خط لکھنے کی اجازت ہی، مگر تم کو ہزارون پڑھنا اور سیکڑون لکھنا ہوتے ہین، مین وقت کاٹ رہا ہون اور تمھاری تضییع اوقات ہو رہی ہے، معاف کرنا بھائی۔ ہم قید ہی کے لئے موزون ہین، اگر چھوٹے اور یہ خرافاتی سلسلہ ساتھ لائے تو تم لوگون کو تو ایک ہونا ہا تھ آجائے گا،

شہر کے لڑکون کی بر آئی مراد　　بندے دیوانہ رہا ہو گیا

مگر اب اس دیوانگی کا ایسا لپکا پڑ گیا ہے، کہ قید اور رہائی کا فرق بھی جاتا رہا، بلکہ رہائی مین اسی طرح قید کی آرزو کیا کرین گے، جسطرح کبھی قید مین رہائی کی کرتے تھے، میرا ایک شعر ہے :-

لنگ باقی ہے۔ اب تک گو تری محفل مین بیٹھا ہے،
کہ رہ رہ کر خیال آتا ہے، جو ہر کو بیابان کا

اسی طرح مین ایک اور بھی ہے،

نکالا پیرہن بھر دل مین رکھا دستِ وحشت نے،
خدا کی شان ہے رتبہ ہو یہ خارِ مغیلان کا

اب تو اسی دعا کی آرزو ہے، کہ ع :- این آوارۂ کوے بتان آ[illegible]ہ تر باد،

سارے تجربون کا یہی نچوڑ ہے، کہ :-

کیا دھرا ہے عقل مین جز حیرت و سرگشتگی
پھرے ہون پابند اس کا مین تو دیوانہ نہین

عشق ہے تو یہ ہے عقل ہے تو یہ ہے، ہوشیاری بھی یہی ہے، اور دیوانگی بھی یہی، اور خود ہی کو کہتا ہون :-

نزرتِ شوق ہی بس وجہ ہے اس مستی کی　　ورنہ کچھ عقل کی خامی نہین دیوانے مین

اب جنون بہت بڑھ گیا ہے، اگر اسی طرح ایک آدھ نمبر اور لکھا تو جان لو کہ جیب و گریبان و دامان کی خیر نہیں ہے

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف　　　آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

سب کو سب کا سلام اب نہ شوکت کی شکایت کی جا سکتی ہے نہ تمکو شکایت باقی رہ سکتی ہے، ارے بھائی ہم تم تو کے تفرقے سب باہر باقی ہیں یہاں تو یکسوئی ہے، اور یکتائی، عیدین میں بھی ایک امام اور دوسرا مقتدی ہی موذن بھی اور مکبر بھی (اور یہی حال ہر جمعہ کا اور ہر جماعت کا ہے) عیدین میں ایک نے دوسرے کو گلے لگایا، گویا ساری خدائی نے ساری خدائی سے عید مل لی، یہاں اس قطعہ کا لطف حاصل ہوا ہے،

مستان رسید عید بیاران ندا کنید　　　باشد ہزار شکر خدا را ثنا کنید

زاہد اگر قبول شود روزہ و نماز　　　در کوئے مے فروش دگاز لوا کنید

تمہارا خیر طلب بھائی

محمد علی

---

## مقالاتِ شبلی جلد سوم

### مولینا کے تعلیمی مضامین کا مجموعہ

ضخامت ۱۷۷ صفحے،

قیمت :- عہ؍

"منیجر"

# مطبوعاتِ جدیدہ

**کبیر صاحب:** مولفہ جناب پنڈت منوہر لال صاحب زتشی، ناشر ہندستانی اکاڈیمی الہ آباد،

حجم ۱۵۲ صفحے کاغذ دبیز لکھائی چھپائی ٹائپ مین اور جلد خوبصورت، قیمت

جناب پنڈت منوہر لال صاحب زتشی اردو زبان کے لائق انشا پرداز ہین اور بے مبالغہ کہا جا سکتا ہے، کہ اسوقت ہندؤن مین اردو لٹریچر کا واقف کار شاید ہی کوئی دوسرا ہو، پنڈت جی نے کبیر داس کے سوانح وحالات لکھ کر ہندوستانی اکاڈمی مین پیش کئے تھے، جو وہان سے کبیر صاحب کے نام سے شائع ہوئے ہین، کبیر صاحب چند ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب "مذہب" ہے جس مین اولاً مذہب کی تعریف سمجھائی گئی ہے، کہ مذہب نام ہے اپنے سے بالاتر ایسی قوت یا قوتون کے احساس کا جس سے حصولِ انتفاع و دفع شر کے لئے انسان چند اعمال کا پابند ہو، اور پھر مذہب کی اجمالی تاریخ بیان کیگئی ہے، اور اسی ضمن مین مختلف گروہون کے خیالات اور انکے اعتراض وجوابکے اشارے پیش کئے گئے ہین، و پھر بتایا گیا کہ مذہب اپنے دور مین ایک جدید تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالتا ہے، اور پھر جب وہ تعلیمات مسخ ہوتے ہین، تو چند افراد اوس کے خلاف آواز بلند کرتے ہین، کبیر داس انہی خاص افراد مین تھے، پھر دوسرا باب "ہند و مذہب کا ارتقاء" ہے، اور تیسرا باب "ہندو مذہب کے اصول" ہے، اس مین آرین مذہب کی مکمل اجمالی تاریخ ہے اور پھر ہندو مذہب کے عقائد کی تفصیل ہے، مصنف کے نقطۂ نظر سے آرین مذہب کے ہر دور مین عقیدۂ وحدانیت کسی نہ کسی شکل مین اس مین موجود رہا اور جب اوسکی تعلیم مسخ ہوئی تو کوئی نہ کوئی مصلح پیدا ہوا، اور گوتم بدھ اور شنکر اچارج سے لیکر رامانند، کبیر، تلسی، سورداس، چیتن، نانک اور تکا رام انہی افراد مین ہین، اور اسی ضمن مین آرین مذاہب کی تمام شاخون کے مابہ الامتیاز حالات کی طرف

اشارے کئے گئے ہین، اس باب کے بعض حصے محل نظر ہین، اور کسی قدر طویل تبصرے کے محتاج ہین، چوتھا باب کبیر صاحب کے حالات مین ہے، جس مین اون کی زندگی کے مختلف پہلوؤن پر روشنی ڈالی گئی ہے، مگر ان کے سوانح حیات مین اب تک جو متضاد واقعات بیان کئے جاتے ہین، وہ ان اوراق مین بھی اوسی طرح نظر آتے ہین کسی طرف کوئی ترجیحی پہلو اختیار نہین کیا گیا ہے، پھر کبیر صاحب کی تعلیم و تلقین کا باب ہے، جسمین بتایا گیا ہے کہ وہ ہندو اور مسلمان دونون کو اپنے اپنے راستہ سے الگ کرکے ایک ہی راستہ پر لانا چاہتے تھے، اور اس سلسلہ مین اون کے چند عقائد توحید، بھگتی، پریم، مذہب کی نمایش، اور تناسخ وغیرہ اون کے کلام سے دکھائے گئے ہین، پانچوان باب "ہندو مسلمانون کا میل" کے عنوان سے ہے، جس مین اون کا اصل مسلک پیش کیا گیا ہے، اوس کے بعد کبیر صاحب کی شاعری پر تبصرہ کیا گیا ہے، اور سب سے آخر مین "فرقہ کبیر پنتھ" کے حالات ہین،

جہان تک کبیر داس کی تعلیمات سے اندازہ ہوتا ہے، وہ ذاتی طور پر نہ خود ہندو کہلانا چاہتے تھے، اور نہ مسلمان، لیکن یہ بھی صحیح ہے، کہ نہ اونھون نے ہندو ہونے سے انکار کیا اور نہ مسلمان ہونے سے، اس بنا پر اون کے حالات مین جو کتاب لکھی جاتی، وہ ضرور تھا کہ اسلام اور ہندو دونون نقطون سے ملکر یا دونون نقطون سے بیگانہ ہوکر لکھی جاتی، اون کے دو بابون مین "ہندو مذہب کا ارتقا" اور "ہندو مذہب کے اصول" بے محل ہین، اگر کبیر کی تعلیمات مین اس مذہب کی جھلک نظر آتی ہے، تو اوس سے زیادہ اسلامی تعلیمات کے نمایان اثرات پائے جاتے ہین، اور اوسکے اصول و عقائد پر اون کی تعلیمات کی بنیاد نظر آتی ہے، اسلئے اگر کبیر صاحب کی تعلیمات کو سمجھانے کیلئے بطور تمہید ہندو مذہب کے اصول بتانیکی ضرورت تھی، تو اوسکے پہلو بہ پہلو مذہب اسلام کے اصول بھی درج کرنے تھے، کہ کبیر نے ان دونون مذاہب مین کوئی فرق نہین کیا، ورنہ اگر ضابطہ کے طور پر کبیر کو اسلامی حدود مین داخل کرنیکا فیصلہ نہین کیا جا سکتا، تو ہندو شاستر کے رو سے بھی کبیر ہندو مذہب کے پیرو نہین قرار پا سکتے، اسلئے کتاب کے دونون ابتدائی ابواب یا تو بے محل ہین اور اگر برمحل ہین تو پھر ناقص ہین، ان مین ہندو مذہب کی تخصیص کی ضرورت نہ تھی کہ کبیر صاحب کے متعلق علماء کا فیصلہ جو کچھ ہو لیکن مسلمانون مین خانقاہون کے گوشہ نشین صوفیہ کا خیال بھی پایا جاتا ہے کہ کبیر نے تبلیغ توحید کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا، بڑے بڑے برہمنون کی پرانی مورتیان گنگا مین پھنکوائین، اور اپنے ساتھ متحد کر

کرانی اور عقیدۂ وحدانیت جو ہندو مذہب میں زائل ہوچکا تھا، کبیر کی کوششوں سے پھر مقبول ہوا، کہا جاتا ہے کہ انھین کی تعلیمات نے
ہندوؤں میں وحدانیت کا عقیدہ پھیلایا، اور ہندوؤں کے بعض موجودہ فرقے انھی تعلیمات کے رہین منت ہین، امید ہے کہ
جناب زتشی صاحب کی یہ تالیف ہندوستان کے تمام حلقوں میں دلچسپی سے پڑھی جائیگی، کتاب کی زبان نہایت
شستہ اور رواں ہے،

## دہلی بارھوین صدی ہجری مین

مرتبہ جناب حکیم سید مظفر حسین صاحب حیدرآبادی حجم مجموعی ۱۶۶ صفحے،
لکھائی چھپائی، اور کاغذ اعلی، قیمت مجلد ہے، غیر مجلد ہے، پتہ بازار حیدرآباد
دکن کے پتہ سے مل سکتی ہے،

نظام الملک آصفجاہ اول فرمانروائے دکن نے محمد شاہ (رنگیلے) فرمانروائے ہند کی طلبی پر مرہٹوں کے سلسلہ
میں ۱۱۵۰ھ میں دہلی کا سفر کیا تھا، اس سفر میں حیدرآباد دکن کے خانوادہ سالارجنگ کے ایک بزرگ نواب ذوالقدر
درگاہ قلی خان سالارجنگ خاندوران، عہدہ دار دنگی ہرکارہ پر سرفراز ہوکر فرمانروائے دکن کے ہمرکاب آئے تھے، موصوف
نے اس سفر کے حالات و کوائف کو ایک رسالہ کی شکل میں قلمبند کر لیا تھا، یہ رسالہ خانوادۂ سالارجنگ میں محفوظ تھا،
اسی کو جناب حکیم سید مظفر حسین صاحب حیدرآبادی نے ترتیب و تحشیہ کے ساتھ مرتب کیا ہے، رسالہ کی ابتدا میں
مرتب نے ایک بسیط مقدمہ لکھا ہے، جس میں اولاً بارھوین صدی ہجری کے دہلی کا تعارف کرایا گیا ہے، پھر دہلی کی بنا
و تعمیر کے حالات بیان کئے گئے ہین، اس کے بعد رسالہ کے مولف کا تعارف ہے اور اس ذیل میں نام و خطابات
مناصب ذاتی، علم و فضل، اور وطن و سلسلۂ نسب کے تذکرہ کے علاوہ مولف کے آباؤ اجداد اور اسلاف و اخلاف کے عہد
ہائے کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے، اور پھر اس خاندان کے شاہی اسناد، پروانے، عطیات، جاگیروں، اور شجرۂ نسب
وغیرہ کی اصل متن کی نقلیں یکجا درج کیگئی ہین، اور نیز رسالہ کا ایک سرسری خلاصہ درج کیا گیا ہے، اور جا بجا متعلقہ
مقامات پر مختلف مفید تعلیقات و حواشی ثبت کئے ہین، یہ مقدمہ ۷۵، ۷۶ صفحوں میں ختم ہوا ہے، اس کے بعد
اصل رسالہ شروع ہوتا ہے، جو چند ابواب پر مشتمل ہے، اولاً قدیم دہلی کا تذکرہ کرنے کے بعد دہلی کے مزارات و آثار کا

ذکر ہے، اور اسی ضمن میں دہلی کے مختلف بازارون اور محلون کا تذکرہ آیا ہے پھر اس زمانہ کے دہلی کے باکمال فقراء و صوفیاء کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسکے بعد دہلی کے اردو فارسی زبانون کے شعراء اور مرثیہ خوانون کا ذکر ہے، پھر ایک باب مین ارباب نشاط کا تذکرہ نام بنام کیا گیا ہے اور یہ باب طرز بیان کے لحاظ سے کسی قدر زیادہ شگفتہ اور رنگین ہے، مرتب کے مقدمہ سے خاندان سالار جنگ کی تاریخ پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے، اور رسالہ سے دہلی کے مذہبی ادبی معاشرتی، اور تمدنی حالات کی ایک جھلک نظر آتی ہے، رسالہ مین آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی آٹھ نو عکسی تصویرین بھی منسلک ہین، جو خانوادہ سالار جنگ کے مختلف بزرگون اور اون کی عمارتون وغیرہ پر مشتمل ہین،

**اسلامی نظام تعلیم** :- مترجمہ جناب فضل کریم خانصاحب، درانی بی اے حجم ۷۵ صفحے کھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت ۸/ پتہ :- قومی کتب خانہ ریلوے روڈ، لاہور،

ڈاکٹر ہانے برگ پروفیسر میونک یونیورسٹی نے ۱۹۰۵ء مین مسلمانون کے پانچوین چھٹی صدی ہجری کے نظام تعلیم پر ایک مختصر مگر پرمغز رسالہ بطور خطبہ پڑھا تھا جناب فضل کریم خانصاحب درانی نے اوسکو اردو مین "اسلامی نظام تعلیم" کے نام سے منتقل کیا ہے، مستشرق موصوف نے اس رسالہ مین اسلامی نظام تعلیم کے سلسلہ مین مدرسا اور اونکی مختلف قسمین، اساتذہ اور اون کے مختلف درجے، طریق درس و املا، علمی و تعلیمی تحقیق و تدقیق کے طریقے اور ذریعے، اساتذہ و تلامذہ کے باہمی مراسم و تعلقات، عطائے اسناد کے مختلف طریقے، اساتذہ و تلامذہ کی بود و باش قیام اور ذرائع معاش وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے، اور اسی سلسلہ مین یورپ کے موجودہ نظام تعلیم مین اسلامی نظام تعلیم کے جو اثرات باقی رہ گئے ہین اُن کی جانب بھی اشارے کئے ہین، رسالہ اگرچہ مختصر اور اپنے موضوع کے لحاظ سے تشنہ ہے، اور بعض امور صحت کے لحاظ سے بھی محل نظر ہین، لیکن مستشرق موصوف نے غالباً اس موضوع پر سب سے پہلی مرتبہ قلم اوٹھایا تھا، اسلئے اسمین جو ابواب قائم کئے گئے ہین، اور تحقیق و تفحص سے اون مین جو مواد فراہم کیا گیا ہے اور جس ترتیب سے اون کو مرتب کیا گیا ہے، وہ قابل قدر ہے، ہم جناب درانی کو اس مفید رسالہ کے ترجمہ پر مبارکباد دیتے ہین، امید ہے کہ اردو دان طبقہ مین یہ رسالہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا،

**مشاہدات سائنس** :- از جناب سید محمد عمر صاحب حسنی بی ای، اے ایم اے ای ای، حجم ۲۰۴ صفحے، تقطیع چھوٹی، کاغذ اور لکھائی، چھپائی اچھی، قیمت عہ، پتہ :- مکتبہ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی یا انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن۔

جناب سید محمد عمر صاحب حسنی انجینیر ریاست جوناگڈھ (کاٹھیاوار) ان اہل قلم مین ہین جنھون نے اردو زبان مین سائنس پر ابتدائی مضامین لکھ لکھ کر اردو دان طبقہ کو علوم جدیدہ کی جانب مائل کیا، موصوف جاپان اور جرمنی کی یونیورسٹیون کے تعلیم یافتہ ہین، اور وہان کے کارخانون مین عملی تجربہ حاصل کر چکے ہین، انھین اردو مین علوم جدیدہ پر لکھنے کا مذاق الہلال کلکتہ کے دور اول مین ہوا، اور اوسکے سائنٹفک مضامین اور علمی خبرین زیادہ تر وہی لکھتے رہے، اور پھر دوسرے رسالون مین بھی اکثر لکھتے رہے، اب اونھون نے انھی مضامین کو ہمارے دوست قاضی احمد میان صاحب اختر جوناگڈھی کی تحریک سے رسالہ کی شکل مین یکجا شائع کیا ہے، ابتدا مین قاضی احمد میان صاحب اختر کا لکھا ہوا ایک مختصر سا "تعارف" ہے، جس مین مقالہ نگار کے حالات اور مقالات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور پھر اصل مضامین شروع ہوتے ہین، جو سائنس کے مختلف دلچسپ عنوانون "تحت الثریٰ کی سیر" "پودون کی نشو و نما"، "قوت برق" "آسمانی بجلی" "دوربین"، "برف باری"۔ "روشنی کی رفتار" "نظام شمسی" اور "توپ کا گولہ" وغیرہ ہین، ان مین اکثر مضامین کے پڑھنے کا اس سے پہلے رسالون مین اور بعض کا اسی مجموعہ مین اتفاق ہوا ہے، طرز زبان نہایت سلیس اور سلجھا ہوا ہے، اور حتی الامکان اصطلاحین کم لانے کی کوشش کی گئی ہے، اگرچہ کہین کہین سائنسی مسائل کی تشریح سے کسی قدر "تشنگی" پیدا ہو گیا ہے، اسی کے ساتھ موصوف کے دل مین اسلامی علوم و آداب کی عظمت موجود ہے، مضامین مین جا بجا مسلمانون کی سائنٹفک مساعی کے حوالے آگئے ہین،

ہمکو اردو زبان مین ایسے اہل قلم کی بڑی ضرورت ہے، جو علوم جدیدہ کے خود ماہر ہون، اور انھین اردو مین رائج کرنے والے ہون، اسی کے ساتھ مسلمانون کے قدیم علمی خدمات کے بھی قدردان ہون، توقع ہے کہ یہ رسالہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا،

**احقاق حق**: مصنفہ مولوی محمد ادریس خانصاحب نجیب آبادی، ناشر جناب محمد ایوب خانصاحب منیجر عبرت نجیب آباد یوپی، ۸۰ صفحہ تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی معمولی ۲ر کے ٹکٹ بھیج کر مل سکتی ہے،

گاندھی جی کی خود نوشت سوانح عمری "تلاش حق" جب اردو مین شائع ہوئی، تو اوس کو نجیب آباد کے چند علم دوستون نے پڑھا اور ان کے دل مین مذہبی حیثیت سے چند خدشات پیدا ہوئے انہی کو مولوی محمد ادریس خانصاحب نے زیر تبصرہ رسالہ "احقاق حق" مین مرتب کیا لیکن، افسوس ہے کہ مرتب نے جو خدشات اس رسالہ مین پیش کئے ہین، وہ زیادہ تر از خود پیدا کردہ ہین، دل کی آواز دل سے سمجھی جاتی ہے، ورنہ منطقی دلیلون اور الفاظ کے گورکھ دھندون مین اصل مفہوم کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے،

**گلگشت دکن اور سیاحت آصفی** | از مولوی محمد صبغت اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محل حجم بہ ترتیب ۱۸۴ و ۳۲ صفحے، قیمت سیاحت آصفی ۴ر مولف سے فرنگی محل لکھنؤ کے پتہ سے مل سکتی ہے،

"گلگشت دکن" کا تعلق مولف کے سفر حیدر آباد سے اور سیاحت آصفی کا تعلق حضور نظام کی سیاحت لکھنؤ سے ہے، ان رسالون کے مولف مولوی محمد صبغت اللہ صاحب شہید انصاری ۱۹۳۱ء کے اواخر مین تین ہفتون کیلئے حیدر آباد گئے تھے، ابھی کے بعد وہان کے حالات و تاثرات کو روزنامہ حقیقت لکھنؤ مین چند قسطون مین شائع کیا، گلگشت دکن انہی مضامین کا مجموعہ ہے، جسمین وہان کے نظام حکومت، اور عام تمدنی، معاشرتی تعلیمی اور مذہبی حالات مختصر طور پر بیان کئے گئے ہین، اور آخر مین "ریاست حیدر آباد مین ہندون کی حالت" کے عنوان سے ریاست کے ہندون کے عطایا، جاگیرون اور منصبون وغیرہ کے مفید اعداد و شمار بھی دئے گئے ہین، اور رسالہ "سیاحت آصفی" مین حضور نظام کے سفر لکھنؤ کی روداد تاریخ وار مرتب کیگئی ہے جسمین بعض کوائف زیادہ نمایان کرکے دکھائے گئے ہین،

**پیام نور** از مولوی عبد الوہاب صاحب مکی حجم ۲۰ صفحے تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ، قیمت ۲ر مولف سے محمد بھون گرمحی محمدن بلاک بنگلور کے پتہ سے مل سکتی ہے،

مولوی عبد الوہاب صاحب مکی نے جنوبی ہند کے دور دراز خطہ سے مسلمانون کے سامنے ایک مختصر نظم مین "پیام نور" کے نام سے اپنا پیغام عمل پہنچایا ہے، یہ نظم ۳۲ بندون پر مشتمل ہے، جسمین چند ایسے امور بیان کئے گئے ہین، جنکے امتثال سے موصوف کے خیال مین مسلمانون کے موجودہ دور تنزل کا خاتمہ ہو سکتا ہے، نظم شستہ اور روان ہے،

"ص"

... مولوی محمد ادریس خانصاحب نجیب آ...
اور سنت رسول ہے، تمہارے ... ور سخندان پرا کھو اور نقادین اور ہون گے،
ضخ، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی معمولی ...
مگرہین ... گاندھی جی کی خود نوشت سوانح عمری "تلاش حق" جب اردو مین شائع ہوا ... اشتہار ہوا سے
... دوستون نے پڑھا اور ان کے دل مین مذہبی حیثیت سے چند خدشات پیدا ہوئے انہی کو مولوی ...
... حقائق حق مین مرتب کیا لیکن افسوس ہو کر مرتبنے جو خدشات اس رسالہ مین پیش کئے ہین ...
آواز دل سے سمجھی جاتی ہے ورنہ منطقی دلیلون اور الفاظ کے گورکھ دھندون مین اصل مفہوم کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے،

**گلگشت دکن اور سیاحت آصفی** } از مولوی محمد صبغت اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محل حجم بہ ترتیب ۴۸ و ۲۲ صفحے ... قیمت سیاحت آصفی ۴؍ مولف سے فرنگی محل لکھنؤ کے پتہ سے مل سکتی ہے،

"گلگشت دکن" کا تعلق مولف کے سفر حیدرآباد سے اور سیاحت آصفی کا تعلق حضور نظام کی سیاحت لکھنؤ سے ہے، ان رسالون کے مولف مولوی محمد صبغت اللہ صاحب شہید انصاری ۱۹۳۱ء کے اواخر مین تین ہفتون کیلئے حیدرآباد گئے تھے، واپسی کے بعد وہان کے حالات و تاثرات کو روزنامہ حقیقت لکھنؤ مین چند قسطون مین شائع کیا، گلگشت دکن انہی مضامین کا مجموعہ ہے جسمین وہان کے نظام حکومت اور عام تمدنی، معاشرتی تعلیمی اور مذہبی حالات مختصر طور پر بیان کئے گئے ہین، اور آخر مین "ریاست حیدرآباد مین ہندؤن کی حالت" کے عنوان سے ریاست کے ہندؤن کے عطایا، جاگیرون اور منصبون وغیرہ کے مفید اعداد و شمار دیے گئے ہین، اور رسالہ "سیاحت آصفی" مین حضور نظام کے سفر لکھنؤ کی روداد تاریخ وار مرتب کیگئی ہے جسمین بعض کو الف زیادہ نمایان کرکے دکھائے گئے ہین،

**پیام نور** از مولوی عبدالوہاب صاحب مکی حجم ۲۰ صفحے تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلیٰ، قیمت ۲؍ مولف سے محلہ بسون گرحی محمڈن بلاک بنگلور کے پتہ سے مل سکتی ہے،

مولوی عبدالوہاب صاحب مکی نے جنوبی ہند کے دور دراز خطہ سے مسلمانون کے سامنے ایک مختصر نظم ... مین سادہ و بندھ کا ... فراہم کیا گیا ہے ... پہنچایا ہے، یہ نظم ۲۳ بندون پر مشتمل ہے، جنمین چند ایسے امور بیان کئے گئے ... ن دل سے بھلا رہا ہون، اور اصلا ... مسلمانون کے موجودہ دور زوال کا خاتمہ ہو سکتا ہے، نظم شستہ اور روان ہے،
"ص"

... حکیم ابراہیم ...

جلد ۳۰ | ماہ جمادی الاولی ۱۳۵۱ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء | عدد ۳

مضامین